ناولزحب
بسمل
ناولزحب
NovelsHub
مہرالنساءشاہمیر
www.novelshub.pk

بسمل از قلم مہر النساء شاہمیر

باب اول : تاثر

قسط نمبر:۱

اور کبھی نہ کرنا اعتبار

کسی شخص کے پہلے تاثر پہ

کیونکہ انسان کبھی وہ نہیں ہوتے

جو تاثر دیں وہ پہلی ملاقات میں

انسان ہوتا ہے سرمئی سیاہ اور سفید

دکھاتا ہے وہ اپنے رنگ وہ یک بہ یک

ہے منحصر اسکا تاثر تم پہ تم ہو کون؟

ہے تمہاری ااہمیت تمہاری ذات کون؟

ناولز جب

www.Novelshub.pk

ایک بار جو ہو جائے تعین تمہاری ذات کا

پھر دیکھو گے کس طرح ہوتے ہیں تحلیل پہلے تاثر

یونان

رات کا آخری پہر تھا۔ آسمان سیاہ سے سرمئی ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ نیلا ہونے کے لئے۔ ٹھنڈی ہوائیں اس وقت وجود کو بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ سارے میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یوں کہ اگر تم قدم بھی زمین پہ دھر دو تو آواز میلوں تک جائے گی۔ کہانی ایک لمبی سفید گلی سے شروع ہوتی ہے۔ اندھیرا گھپ اندھیرا۔ جس نے سارے میں راج کر رکھا تھا۔

گلی کا سفید اینٹوں والا فرش اطراف کے گھروں کی زرد بلکل ہلکی زرد روشنی میں سرمئی دکھائی پڑتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب ہر ذی روح خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔ لیکن یہی وہ وقت بھی تھا۔ جس وقت

www.Novelshub.pk

آدھی دنیا کے جرائم ہوتے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب آدھی دنیا گناہ کرتی تھی۔ اور یہی وہ وقت تھا جب ہمارا اللہ ہماری دعاؤں پہ فورا کن کہتا ہے۔

سفید لمبی گلی جس کے دونوں اطراف میں گھر بنے تھے۔ سفید اجلے گھر جن کے گنبد نیلے تھے۔ گلی اس وقت خالی تھی۔ کوئی زی روح نظر نہ آتا تھا۔ کوئی آواز نہیں آتی تھی۔ ہر طرف سکوت تھا۔ ایسے میں ہمسائیہ گلی کے ایک کونے سے ایک اونچا لمبا آدمی اس گلی میں داخل ہوا تھا۔ کسی گھر کی زرد بتی میں اسکا چہرہ ہلکا سا واضح ہوا تھا۔ سبز آنکھیں۔ دبتا رنگ۔ مناسب نقوش۔ وہ متناسب چال چلتا آگے بڑھ رہا تھا۔

یہ گلی آگے جا کر ساحل کی جانب مڑتی تھی۔ شاید وہ مرد صبح ہونے سے پہلے ساحل جانا چاہتا تھا۔ یونان اپنے طلوع اور غروب آفتاب کے دلکش مناظر کے لئے بہت مشہور ہے۔ ساحل سمندر سے سورج کو طلوع ہوتے دیکھنا یقینا یہ ایک دلفریب منظر ہوتا۔ سمندر کی نم ہوائیں جب سیاحوں کے بدن چھوتی تھیں تو دل میں انوکھی راحت دوڑ جاتی تھی۔ نیلے پانی کے سامنے بیٹھ کر دور دور سے نظر آتے اجلے سفید گھروں کو دیکھنا یہ زندگی کا بونس گفٹ تھا۔

www.Novelshub.pk

اس پہر اس گلی میں داخل ہونے والا وہ واحد انسان نہیں تھا۔ کوئی تھا جو چند قدم کے فاصلے سے اسی گلی میں داخل ہوا تھا۔ اسکا لباس سفید تھا۔ لمبا سفید کافتان۔ یوں کہ اگر وہ گھر کی دیوار کے ساتھ ٹھہر کر اونچے مرد کا تعاقب کرے۔ تو دیوار کا حصہ معلوم ہو۔

دھیمی چال چلتا مرد یکدم رکا تھا۔ اسکی سبز آنکھیں تفکر سے سکڑی تھیں۔ سفید گھر۔ نیلا گنبد سب ٹھہر کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

اسے اپنے پیچھے کسی کی نظریں محسوس ہوئی تھیں۔ شاید قدموں کی آہٹ بھی۔ ایک طائرانہ نظر اپنے اطراف میں ڈال کر چند لمحے ٹھہر کر وہ کندھے جھٹک کر ایک بار پھر چلنے لگا تھا۔ شاید وہم ہو شاید غلط فہمی خیر اسے کیا۔

وہ مسرور تھا۔ مسکراتا ہوا۔ بے پرواہ سا۔

چند قدم۔ چند مزید قدم۔ مزید چند قدم۔ اور وہ ایک بار پھر ٹھہر گیا۔ اب کی بار اسکی آنکھوں میں ہلکا سا خوف تھا۔ چہرہ فکر مند۔ وہ دیار غیر میں تھا۔ اور پچھلے ایک ہفتے سے اسے کوئی اپنے قریب محسوس ہوتا تھا۔

www.Novelshub.pk

کوئی تھا جو اس پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔ کوئی اسکے ساتھ قدم اٹھاتا تھا۔ اسکا تعاقب کرتا تھا۔ وہ محسوس ہوتا تھا نظر نہیں آتا تھا۔ اور اسکی یہی خصلت خوف زدہ کرتی تھی۔ بے چین کرتی تھی۔

سبز آنکھوں والے مرد کو یکدم جان کا خوف لاحق ہوا تھا۔ وہ اب تیز تیز قدم اٹھانے لگا تھا۔ چال کی مسروری دم توڑ گئی تھی۔ اب محض جلدی تھی۔ اس نہ ختم ہونے والی سفید گلی سے نکلنے کی جلدی۔ نم ہوائیں اب سازش کی بو سے بھر رہی تھیں۔ دم گھٹ رہا تھا۔

ہر چند لمحہ بعد اسے اپنی عقب سے آتی آہٹ مزید تیز ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں اپنے تعاقب کار کا خوف اسکے دل کو برف کئے جا رہا تھا۔ وہ تیز تیز چلتے ہوئے جو نہی پیچھے دیکھتا گلی میں کوئی نظر نہ آتا۔ خوف سے اسکے سارے جسم میں ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔

اسکے قدموں کی تیزی کے ساتھ تعاقب کار کی نظروں کی تیزی بھی بڑھ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک پل کے لئے بھی اس سبز آنکھوں والے مرد کو آنکھ سے اوجھل ہونے نہیں دے سکتا تھا۔

www.Novelshub.pk

کلک کی آواز کے ساتھ سبز آنکھوں والے مرد کا دل ایک پل کو رک گیا تھا۔ اسے یقین آنے لگا اس کے عقب میں کوئی ہے۔ اور جو ہے اس نے ابھی ابھی اپنی گن لوڈ کی تھی۔ جان کا خوف بڑے بڑے سورماؤں کی حکمت عملی کو ردی کا ٹوکرا بنا دیتا ہے۔ اسی لمحے اونچے لمبے مرد کو احساس ہوا تھا۔

وہ محض تعاقب کار نہیں تھا۔ وہ جان لینے آیا تھا۔ تیز تیز چلتے قدم اب دوڑنے لگے تھے۔ اسے موت کا خوف تھا۔ یا شاید نہیں تھا۔ اسے بس یہ خوف تھا کہ یوں دیار غیر میں۔ یوں غیر مذہبیوں کے درمیان اسے نہ مارا جائے۔ کم از کم جینے تلک تو نہ مارا جائے۔

گلی کے عین بیچ و بیچ سبز آنکھوں والا مرد ٹھہر گیا تھا۔ اسکے چہرے پہ ہلکا ہلکا خوف تھا۔ گلی کی زرد بتیوں میں اسکے چہرے پہ پسینے کی بوندیں نظر آتی تھیں۔ وہ کچھ سوچ کر رکا تھا۔

لمبی سفید گلی یوں تھی جیسے بھول بھلیاں ختم ہی نہ ہوتی تھی۔ تعاقب کار اب دیوار کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

سبز آنکھوں والے مرد نے جھک کر گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے چند گہرے سانس لئے۔ سانس بحال ہوا۔ خوف زائل ہوا۔ تعاقب کار نظر نہیں آیا۔ مرد سیدھا ہوا اب وہ الٹے قدم چلنے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ بلی کی

www.Novelshub.pk

چال ہو جیسے۔ آنکھیں عقاب جیسی بدن چوکنا۔ شاید اس نے کوئی حکمت عملی تیار کرلی تھی۔ الٹے قدم لیتے ہوئے وہ چند قدم ہی چلا ہو گا۔ جب اسکا تعاقب کار اس کے قدموں کی آہٹ سن باہر نکل آیا۔

اور اسے بغیر ایک لمحے کا وقت دیئے سبز آنکھوں والے مرد نے ہاتھ میں پکڑی ایئرپوڈ کی ڈبی اچھال کر اس کے عین سر کے مقام پہ دے ماری۔

آہ اسکا نشانہ اچھا تھا۔

سفید کفتان والا آدمی گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا تھا۔ درد کی ایک لہر تھی جو اسکے سر میں اٹھی تھی۔ اونچا لمبا آدمی اب تیز تیز قدم اٹھاتا گلی میں ایک جانب کو مڑ گیا تھا۔ جب تک اسکا تعاقب کار اٹھا۔ دکھتے سر کو انگلیوں سے مسلا۔ تب تک وہ اپنے ہدف کو کھو چکا تھا۔

پیر پٹختے ہوئے وہ واپس گلی میں چلا گیا۔ یہاں سے چند قدم دور ایک سفید گھر کی اوٹ میں وہ شخص بیٹھا تھا۔ وہ جس کی آنکھیں سبز تھیں۔ گھر کی بالکنی سے لٹکتی گلابی پھولوں کی لڑی اسکے بالوں کو چھو رہی تھی۔ اسکی آنکھیں اب چمک رہی تھیں۔ خوف زائل ہو چکا تھا۔

www.Novelshub.pk

،،مہدی کو لوگ ڈراتے نہیں فیسینیٹ کرتے ہیں۔،،

وہ زیر لب بڑبڑایا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکی آنکھوں میں عجیب چمک تھی۔ مرنے سے بچ کر زندگی کی جانب آنے والی چمک۔ چند لمحہ بعد اس نے اپنا موبائل نکالا۔ اور مزید چند لمحوں بعد گلی میں اسکے موبائل سے نکلتی اونچی اونچی آواز گونج رہی تھی۔

یہ راتیں، یہ موسم، ندی کا کنارہ، یہ چنچل ہوا،

وہ مسرور سا سر دھنتے ہوئے جارہا تھا۔ ساحل سمندر۔ طلوع آفتاب۔ پرانے گانے۔

کوئی ہے تو روک کر دکھائے اسے۔

بلوچستان

www.Novelshub.pk

اللہ اکبر اللہ اکبر

اللہ اکبر اللہ اکبر

بلوچستان کے شہر گوادر کے قریب ایک گاؤں میں فجر کی اذانیں بلند ہوئیں۔ تو زمانے کی ساری کثافت دھلنے لگی۔ چھوٹے سے گاؤں کی مسجد کی اذان سارے گاؤں کے گلی کوچوں میں دوڑتی چلی گئی۔ آسمان سیاہ تھا۔ یہ فجر کی پہلی اذان تھی۔ کچھ لوگوں نے سن کر لبیک پڑھا۔ اور کچھ تھے جو سن کر بھی سوتے بنے۔ اس بات سے انجان کہ جس ہستی کو نیند میں ہونے کا دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس نیند اور سکوں کو بنانے والا بھی وہ خود ہے۔

الصلوت خیر من النوم

الصلوت خیر من النوم

موزن نے اپنی آخری سی کوشش بھی کر کے دیکھ لی تھی۔ لیکن کچھ تھے جنہوں نے نیند کو ترجیح دی اور کان لپیٹ کے سوتے پڑے رہے۔ موزن خاموش ہوا۔ تو سارے میں جیسے خاموشی پھیل گئی ہو۔ سارا گاؤں

www.Novelshub.pk

ساکن ہو گیا۔ اسی پہر ایک چھوٹے سے گھر میں موبائل کے الارم کی چیختی چنگھاڑتی ہوئی آواز نے کسی کی نیند میں خلل پیدا کیا تھا۔ جسے نظر انداز کیا گیا۔ لیکن زیادہ دیر تک نہیں۔ چھوٹے سے کمرے میں گونجنے والی آواز سر پہ ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ لکڑی کے درمیانے سائز کے پلنگ پہ لیٹی دو لڑکیوں کی نیند بہت بری طرح خراب ہوئی تھی۔ کمرہ نہ زیادہ چھوٹا تھا نہ بڑا۔ بس درمیانہ تھا۔ کمرے کے عین بیچ میں لکڑی کا پلنگ تھا۔ دائیں جانب والی دیوار میں دیوار گیر الماریاں تھیں۔ جامنی رنگ کی الماریاں۔

!!زینی بند کرو اس منحوس کو!!

نیند میں ڈوبی ہوئی آواز۔ اور اس آواز کے ساتھ ہی موبائل کی آواز دم توڑ گئی تھی۔ دوسری لڑکی نے تکیے کے نیچے سے موبائل کھینچ نکالا تھا۔ اور الارم بند کر دیا۔ سکون سا تھا۔ جو اس چھوٹے کمرے میں ایک بار پھر پھیل گیا۔

چند لمحے موبائل بند کرنے والی لڑکی یونہی پڑی رہی۔ آنکھیں نیند سے بھری تھیں۔ کچھ کچھ سرخ بھی۔ لیکن وہ انہیں بامشکل کھولے ہوئے تھی۔

,,کاش فجر فرض نہ ہوتی,,

www.Novelshub.pk

وہ روزانہ دہرائے جانے والی سطر دہراتی آٹھ بیٹھی تھی۔ مندی مندی آنکھوں کو مسلتی وہ کلسمندی سے چند منٹ بستر پہ بیٹھی رہی۔ نیم اندھیرے میں اسکا چہرہ واضح نہیں تھا۔ لیکن وہ کافی دراز قد معلوم ہوتی تھی۔ چند پل بعد اس نے پیر بستر سے نیچے اتارے تھے۔ دوسری لڑکی دوبارہ سو چکی تھی۔ وہی جو الارم کی آواز سے بے زار ہوئی تھی۔ اور وہ جو اٹھ بیٹھی تھی وہ اب اپنے موبائل کی ٹارچ لائٹ آن کرتی کمرے کا دروازہ پار کرتی باہر نکل آئی تھی۔ اسے وضو جو کرنا تھا۔ چند پل بعد وہ واپس لوٹی تو آدھی بھیگی بھاگی سی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ وضو کرتے وقت خود کو اتنا بھیگا دیتی تھی۔ واپس آکر اس نے کمرے میں موجود واحد سوئچ بٹن پہ ہاتھ مارا۔ تو سارا کمرہ پیلی زرد روشنی میں ڈوب گیا۔ اور اسی لمحے اسکے نقوش واضح ہوئے تھے۔

دراز قد سراپا، دبلی پتلی جسامت، بیضوی چہرہ جو کہ شفاف تھا۔ آنکھیں سنہری تھیں۔ زیادہ بڑی نہیں بس درمیانی۔ رنگت صاف تھی گوری گلابی سی۔ اسکا شمار خوبصورت لڑکیوں میں ہوتا تھا۔ اسکا قد یہ اس کا قد تھا جو اسے ممتاز کرتا تھا۔ یا پھر چہرے کی سنجیدگی اور رعب۔؟

بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے جائے نماز نکالتے ہوئے اسکے ہاتھوں کی انگلیاں واضح ہوئیں۔ پتلی لمبی انگلیاں۔ جن کے ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے سر پہ ریشمی دوپٹہ ٹکا تھا۔ جسے وہ اب اتار رہی تھی۔ زرد بلب کی

www.Novelshub.pk

روشنی اب کے اسکے بالوں پہ پڑی تھی۔ اسکے بال بے حد خوبصورت تھے۔ شہد رنگ کمر سے ذرا اوپر تک آتے بال۔ جو کہ نہ ریشمی تھے نہ بے حد کھردرے اور سخت۔ اسکے بالوں کو دیکھ کر تم ضرور ایک بار انہیں چھو کر دیکھنے کی خواہش کروگے۔ اب کے اس نے دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ سنہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔ چند پل بعد وہ جائے نماز پہ بیٹھی سلام پھیرتی نظر آرہی تھی۔ اسی لمحے بیڈ پہ لیٹی لڑکی نے اپنا سر لحاف سے باہر نکالا تھا۔

!!زینیا اللہ کا واسطہ ہے لائٹ بند کردو!! وہ مقامی زبان بلوچی میں بڑبڑائی تھی۔ اسکی آواز اب تک خمار آلود تھی۔ زینیا نامی لڑکی دعا مانگ کر آٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اندھیرا ہلکا ہلکا چھٹ رہا تھا۔ ہلکی سی سفیدی سارے میں اپنے پر پھیلانے کو تیار تھی۔

،، کونج اب اٹھ بھی جاؤ ورنہ ابا کی پھٹکار سنو گی،،

زینیا اسے تنبیہ کرتی الماری کی جانب بڑھ آئی تھی۔ نفاست سے ٹنگے جوڑے۔ سلیقے سے جوڑ کر رکھی ہر ایک چیز۔ یہ الماری اس انسان کی تھی جسے خاندان میں

perfectionist

www.Novelshub.pk

کہا جاتا تھا۔ مجال ہے جو زینیا حاکم کی کوئی بھی چیز یہاں سے وہاں ہو جائے۔ ذرا سا ہاتھ مار کر بلاخر اس نے اپنی مطلوبہ شے نکال لی تھی۔ اسکا کیمرہ۔ اسکی متاع حیات۔ اور اسکی فوٹو گرافی کے چند مزید سامان۔

کونج میں چھت پہ جارہی ہوں۔ واپس آؤں تو تم مجھے جگی ہوئی چاہیے ہو۔ اب وہ دراز کھولے کھڑی تھی۔ جس میں میں مختلف رنگز پڑی تھیں۔ ایک گول ایک چکور اور ایک تکون۔ پتلی تاروں سے بنی رنگز یہ شاید اسکی فوٹو گرافی کا سامان تھا۔ انہیں وہ انگلیوں میں فٹ کر کے کیمرہ سیٹ کر کے یوں تصاویر کھینچا کرتی کہ لگتا تھا کسی دائرے کے درمیان سے تصویر لی گئی ہو۔ کبھی کسی تکون کے درمیان سے تو کبھی چوکور۔

زینی لائٹ بند کرتی ہوئی جانا.... ایک اور ہانک جسے وہ نظر انداز کر کے کمرے کی چوکھٹ پار کرتی چلی گئی تھی۔ وہ مصروف لگتی تھی۔ کچھ کچھ بے زار بھی۔ بلکہ اسکے تو ماتھے پہ لکھا ہوتا تھا وہ ساری دنیا سے ناراض ہے۔

،،اس گھر میں کوئی میری سنتا کیوں نہیں ہے۔ لائٹ بند کروووووہ چیختی ہوئی اٹھ بیٹھی تھی۔ بے زار اکھڑا اکھڑا چہرہ۔ بیڈ سے اترتے ہوئے اسکے انداز میں جارحیت تھی۔ وہ اس گھر کا چھوٹا بچہ تھی۔ اور گھر کے چھوٹے بچے کے دکھ سے بھلا کون ناواقف ہو گا۔

www.Novelshub.pk

وہ سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی تھی۔ سیاہ بالوں اور درمیانے قد والی۔ اسکا رنگ سانولا تھا پکا سانولا۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ بھنویں جڑی۔ اسکے ہوئی۔ چہرے پہ جا چکے دانوں کے ہلکے ہلکے داغ باقی تھے۔ وہ خوب صورت تھی۔ نقش پیارے تھے۔ لیکن کیا تھا جو اسے عام بناتا تھا؟

اس کا روکھا خشک اور بے جان چہرہ۔ جس پہ خشکی کی وجہ سے خشکی کے سفیدی کے چھلکے سے بن گئے تھے ۔ سیاہ کندھے سے نیچے تک آتے بالوں کو گول مول باندھے وہ بے زاری سے باہر نکل گئی تھی۔

یہاں سے چند قدم چل کر سیڑھیاں چڑھ کر گھر کی چھت پہ آؤ تو بلوچی لگھا پہنے ہوئی دراز قد لڑکی ایک اسٹول پہ چڑھی کھڑی تھی۔ دیواریں اونچی تھیں جسکی وجہ سے اسے مناظر قید کرتے ہوئے دقت ہوتی تھی۔ لیکن وہ زینیا تھی۔،،

،،مسائل سے پہلے اسکے پاس حل آیا کرتے تھے۔،،

اب وہ گردن ڈھلکائے بادلوں سے ڈھکے آسمان کی تصاویر لے رہی تھی۔ دفتعاً اسکے لگھے کی جیب میں پڑا موبائل تھرتھرآیا۔ نیم اندھیرا اور ابھرتی ہوئی روشنی میں اس کا دراز قد سراپا بارعب لگ رہا تھا۔ وہ اسٹول سے نیچے اتر آئی۔ لگھے کی جیب سے اپنا موبائل باہر نکالا۔ لگھا ایک طرح کا قبائلی لباس ہوتا ہے۔ جو کہ گول

www.Novelshub.pk

فراک کی طرح ہوتا ہے لیکن یوں کے اس میں گھیر نہیں ہوتا۔ بازو سینے اور دامن پہ مختلف قسم کے روایتی کشیدہ کاری کی ہوتی ہے۔ کبھی یہ گھے شیشوں کے کام والے ہوتے ہیں۔ تو کئی بار سوئی یا پھر کنڈی کے کام والے بھی۔ اس وقت جو گھا زینیا نے پہن رکھا تھا۔ اس پہ شیشوں کا کام ہوا تھا۔ موبائل ہاتھ میں لئے کیمرے کو کندھے سے لٹکائے وہ مصروف سی نوٹیفکیشن کھول رہی تھی۔

اسکے چہرے پہ نیلی روشنی پڑ رہی تھی۔ اسی نیلی روشنی میں اسکی فیروزے کی نوز پن نظر آئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اسکی ناک کے لئے ہی بنی ہو۔ کبھی کبھی کسی انسان کے ہاتھ، گلے، یا تن پہ پہنی چیز اتنی سج رہی ہوتی ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے یہ اسی کے لئے بنی ہو۔ زبردست۔

،، آپ کے لئے ایک کام ہے مس حاکم چند دن بعد ایک ٹریول گروپ آپ کے علاقے آ رہا ہے۔ کیا آپ انکے لئے فوٹو گرافی کر سکتی ہیں۔ ؟،،

انگریزی میں لکھا ایک تفصیلی پیغام۔ اسکی سنہری آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ لبوں پہ ہلکی سی مسکان تھی۔ اسی لمحے چہرے کے گرد دوپٹہ لپیٹے کونج آتی دکھائی دی۔ زینیا نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ جب مسکراتی تھی تو آنکھیں چھوٹی ہو جایا کرتی تھیں۔ چہرہ چمکنے لگتا تھا۔ گال سرخ ہونے لگتے تھے۔

www.Novelshub.pk

تمھیں پتہ ہے کیا؟ مجھے قریب ہی شہر میں فوٹو گرافی کے لئے بلایا گیا ہے۔ وہ خوشی سے بتا رہی تھی کونج کے تاثرات البتہ خشک ہی رہے۔

نیچے جا کر ابا کو بتاؤ۔ وہ ایک منٹ نہیں لگائیں گے اور تمہاری خوشی غارت۔ بے زار اکھڑ لہجہ۔ زینیا کے چہرے کی جوت بجھ گئی تھی۔ اسکی آنکھیں واضح طور پہ اداس ہوئی تھیں۔ البتہ کونج اب بھی بے نیازی سے ٹہل رہی تھی۔ زینیا چند لمحے بے مقصد وہیں کھڑی رہی۔ اور پھر وہاں سے ہٹ گئی۔ ابھی اس نے نیچے جانے کو پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا ہی ہو گا۔ جب کونج کی آواز پہ ٹھہر گئی۔

اب جا کر ابا سے اپنی ناکام خواہشات کا بدلہ لو گی ناں؟ کیونکہ زینیا نے معاف کرنا تو سیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ انتقام تو تمہارا جنون ہے۔

اسکا لہجہ عام تھا۔ زینیا جانتی تھی اسے اپنی بہن سے مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت زینیا سے زیادہ اسکا اپنا دل جل رہا ہو گا۔ لیکن وہ ابا کے خلاف زہر اگلنا نہیں چھوڑے گی یہ طے تھا۔

سنہری آنکھیں ویسی نہیں گئیں۔ جیسی یہاں آتے وقت تھیں۔ ان میں بدلہ تھا انتقام تھا۔ وہ ایک سازشی لڑکی تھی۔ جسے اپنی محرومیوں کا بدلہ لینا آتا تھا۔

www.Novelshub.pk

سیڑھیوں پہ پڑتے اسکے قدموں کی آواز کسی سازش کا نگارہ بجا رہے تھے۔

یونان

Greece

یونان جنوبی مشرقی یورپ کا ایک ملک ہے۔ جس میں ایجیئین اور اینوین کے سمندروں پہ ہزاروں جزائر واقع ہیں۔ یونان کا دارا حکومت ایتھنز کہلاتا ہے۔ یہ ملک اپنے حیرت انگیز ساحلوں اور شفاف نیلے پانی کے لئے مشہور ہے۔ اسکے علاوہ سائیکلیڈک فن تعمیر کی خوبصورتی، غروب آفتاب کے دلکش مناظر، اور بے شمار سیاحتی مقامات بھی۔ یونان اپنے آپ میں ایک دل پہ سحر کر دینے والا ملک ہے۔ خوبصورتی، ثقافت کھانے، اور سیاحت۔ دنیا میں جب کہیں ان چیزوں کا ذکر ہو گا۔ وہیں یونان کا ذکر ضرور ہو گا۔ ہماری کہانی کا حصہ اس وقت یونان کا ایک جزیرہ ہے "**سینٹورنی**"

www.Novelshub.pk

سینٹورنی بے شک دنیا کے سب سے خوبصورت جزائر میں سے ایک ہے۔ سولھویں صدی قبل مسیح میں ایک آتش فشاں پھٹنے کے نتیجے میں اس جزیرے کی زمین نے ایک ناہموار سطح کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ جذیرہ اپنی تاریخ،

،ساحل، کھانے اور سمندر کے کنارے بنے اپنے حیرت انگیز سفید گاؤں کے لئے بے حد مشہور ہے۔

سینٹورینی کا دارالحکومت گو کہ فیرا ہے۔ جسے یونان میں تھیرا یا تھیرااوں پا بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت ہم اؤیا نامی ایک جادوئی شہر کی سیر کو نکلے ہیں۔ یہ شہر ایک کھری چٹان کی چوٹی پہ واقع ہے۔ اور اپنے سفید اور نیلے معکب شکل کے گھروں کے لئے مشہور ہے۔ اگر تم اویا کی سیر کو نکلو۔ تو تمھیں یوں لگے گا جیسے تمہاری زندگی میں بس دو رنگ ہیں۔

گھروں کے اوپر ہوا سفید رنگ۔ اور انکے گنبد پہ رنگا ہوا نیلا رنگ۔ یہ شہر بلکہ پورا کا پورا یونان اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں سیاح یہاں ہر سال آتے ہیں۔ زندگی میں اگر یونان کی سیر نہیں کی تو سیاحت ادھوری ہے۔

www.Novelshub.pk

اویا شہر میں واقع ایک نیلا سفید کیفے اس وقت لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دنیا بھر سے آئے سیاح اور کئی مقامی لوگ اس وقت اسی کیفے میں جمع تھے۔ یہ ایک اوپن ایئر کیفے تھے۔ جہاں دیواریں سفید پینٹ میں ڈوبی تھیں۔ اور کرسیوں کو نیلے رنگ میں رنگ دیا گیا تھا۔ نرم گرم دم توڑتی دھوپ کرسیوں پہ بیٹھے لوگوں پہ پڑ رہی تھی۔ جہاں کرسیاں ختم ہوتی تھیں۔ وہیں اسی اختتام پہ ایک اسٹیج نما جگہ بنائی گئی تھی۔ شاید لوگ کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کوئی تھا جو یہاں آکر ان سے مخاطب ہونے والا تھا۔

اسٹیج کی ایک جانب ایک لمبا چوڑا پوسٹر لگا تھا۔ جس پہ اس انسان کی تصویر لگی تھی ہاں اسی کی جس نے ابھی کچھ میں یہاں آکر ان تمام لوگوں کو اپنی بات سنانی تھی۔ کیونکہ اسے باتیں ہی آتی تھیں۔

انتظار کرتے کوفت زدہ چہروں، اشتیاق میں ڈوبے اپنی کافی ٹھنڈی کرواتے لوگوں کو چھوڑ۔ بیک اسٹیج کی جانب آؤ تو۔ یہاں کھڑا تھا وہ آدمی۔ وہی جسکا چہرہ پوسٹر پہ لگا تھا۔ یہاں کافی چیزیں پھیلی ہوئی تھیں۔ کپڑے، جوتے، لوگ، شاید یہ شو بے حد جلدی میں ارینج کروایا گیا تھا۔ دراز قد مرد سیدھا کھڑا تھا اسکے آس پاس دو لوگ تھے۔ ایک اسکا مائیک اسکی کمر پہ فٹ کر رہا تھا۔ دوسرا اسے بار بار ایک ورق پہ لکھے الفاظ

www.Novelshub.pk

دہرانے میں مدد دے رہا تھا۔ یہ زبان اسکے لئے انجان تھی۔ اسے الفاظ رٹنے میں دقت ہو رہی تھی۔ وہ سخت بے زار نظر آتا تھا۔

اسکے قد کے علاوہ ایسا کچھ نہیں تھا جو اسے قابل غور بناتا۔ سانولی رنگت رکھنے والا عام شکل مرد۔ جس کے بال سیدھے تھے۔ لیکن بے حد اسٹائلش انداز میں کٹے ہوئے۔ ناک کھڑی تھی۔ نقوش عام سے۔ ایک عام پاکستانی نقوش۔

وہ خوبصورت نہیں تھا۔ پرکشش بھی نہیں۔ اسکے چہرے پہ بس ایک چیز تھی جو چند پل کے لئے اسے دیکھنے کو مجبور کر دے گی۔ اسکی سبز کائی جیسی آنکھیں۔ وہ جو اسے مشرقی ہوتے ہوئے مغربی بناتی تھیں۔

اسکی کمر پہ مائیک کی تار فٹ کرتے ہوئے لڑکے نے شاید کوئی غلطی کر دی تھی۔ تار ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔ مائیک کا کنکشن بھی ٹوٹ گیا۔ اب کے اس سبز آنکھوں والے مرد کی بس ہو چکی تھی۔ اسکی کوفت غصے میں بدل چکی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو مروڑ کر دور پھینکا۔ اور مائیک لگاتے لڑکے کو دھکا دے کر خود سے دور ہٹایا۔ اسکا چہرہ دہک رہا تھا۔ جبڑے بھینچ گئے تھے۔

پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے تم لوگوں نے مجھے یہاں ذلیل کر رکھا ہے۔ وہ دھیمی آواز میں غرآیا تھا۔

www.Novelshub.pk

!!میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں۔ میں مہدی کمبیر ہوں۔!!میں نے اپنے مصروف ترین شیڈول میں تم لوگوں کے لئے وقت اس لئے نہیں نکالا۔ تاکہ مجھے یہاں ذلیل ہونا پڑے۔ اسکی آواز بلند نہیں تھی لیکن اس میں واضح ہتک تھی۔ ٹیم کے لوگ اسے رام کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

میں مائیک لگا دیتا ہوں سر آپ...

جہنم میں جاؤ تم اور تمہارا مائیک۔ اس نے نوچ کر اپنے کانوں سے ایئرپیس اتارا تھا۔ جاتے جاتے ہاتھ میں پکڑا مائیک زور سے پرے اچھالا۔ جو کہ سیدھا ساتھ بیٹھے لڑکے کے ماتھے پہ آکر لگا تھا۔

بھک منگوں کے بھی کام کرنے پڑیں گے اب۔ وہ اردو میں بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے اس لڑکے کے ماتھے سے سرخ پتلا خون بہنے لگا تھا۔ وہ اٹھارہ سالہ لڑکا نم آنکھوں سے اسے باہر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ پبلک اسپیکر جس کے لاکھوں لوگ مداح تھے۔ وہ جو نرم خوش گفتار تھا۔ اسکا اصل یہ تھا؟ وہ خود کو کیا دکھاتا تھا اور تھا کیا۔؟

یونانی لڑکا روتے ہوئے اسکی پشت کو دیکھتا رہا۔ وہ چہرے پہ مکھٹ اوڑھے گھومتا تھا۔ باتیں جھوٹ تھیں۔ اور آنکھوں کی معصومیت فریب۔ وہ ایسا بلکل نہیں تھا جیسا مشہور تھا۔

www.Novelshub.pk

سچا۔ معصوم۔ نرم گو

اسلام آباد

اسلام آباد اپنے آپ میں مگن خاموش پر سکون سا شہر ہے۔ کچھ لوگوں کو یہ شہر بورنگ لگتا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کے لئے اس شہر کا سکون انکی متاع حیات ہوتا ہے۔ ہماری کہانی کا حصہ ایک شیشے کی عمارت ہے۔ آسمان کی بلندیوں کو دیکھتے ہوئے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں کو چھوتے ہوئے۔ اور سر سبز لہلہاتے درختوں سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہوئے دور کہیں درمیان میں وہ شیشے کی عمارت بنی تھی۔ پہاڑ کی چوٹیوں جیسی آسمان کی بلندوں اور درختوں کی ٹھنڈک جیسی عمارت۔ جس کے ماتھے پہ لکھا تھا۔

,,قیسم,,

www.Novelshub.pk

یہ ملک کے سب سے مشہور فیشن ہاؤس کا مرکزی آفس تھا۔ کچھ عرصہ ہوا تھا کہ اس برانڈ کے کپڑے پہننا لوگ اپنی خوش قسمتی گردانتے تھے۔ شیشے کی چوکور عمارت اپنی تمام تر شان سے کھڑی تھی۔ نیلے بادل اس وقت آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے عمارت کو دھوپ سے بچا رہے تھے۔ صبح تازہ تھی۔ سڑکوں پہ زیادہ رش نہیں تھا۔

عمارت کا داخلی دروازہ پار کرتے ہوئے اندر آؤ گے تو تمہیں مختلف کیبنز دکھائی دیں گے۔ جن کے گرد شیشے کی ہی سرحد سی قائم ہوگی۔ نہ زیادہ لمبی نہ زیادہ چھوٹی۔ بس اسکا مقصد ایک کیبن کو دوسرے سے الگ دکھانا تھا۔ کچھ لوگ سر جھکائے ہاتھ میں مختلف پنسلز لئے اپنی اسکیچ بک کے پنے کالے کرتے نظر آ رہے تھے کچھ لوگ یہاں سے وہاں بھاگتے ہوئے اپنے کام کرتے نظر آرہے تھے۔ کسی کے ہاتھ میں گرافک ٹیبلٹ تھا۔ تو کسی کے ہاتھ میں کاغذ پنسل۔ کوئی اپنے کیبن میں بیٹھا گنگناتے ہوئے کوئی نیا ڈیزائن تیار کر رہا تھا تو کوئی اپنے پرانے بنائے ڈیزائن کو آخری ٹچ دے رہا تھا۔ یہ عمارت کا گراؤنڈ فلور تھا۔ یہاں وہ ڈیزائنرز بیٹھتے تھے جنکو ابھی بہت سارا کام کرنا تھا تاکہ دوسری منزل پہ جا کر ملک کے نامور ڈیزائنرز کے

www.Novelshub.pk

ساتھ بیٹھ سکیں۔ قیسم کی دوسری منزل پہ بیٹھ کر کام کرنا پاکستان کے ہر دوسرے ڈیزائنر کی آخری منزل تھی۔

دوسری منزل کے دورے کو فلحال پینڈنگ پہ چھوڑ کر ہم تیسری اور آخری منزل پہ جائیں گے۔ یہاں مختلف آفسز بنے تھے۔ چھوٹے چھوٹے کوزی آفس رومز۔ جنکی دیواریں شیشے کی بنی تھیں۔یوں جیسے گلاس والز۔ مرمریں راہداریوں میں بھورے سنگ مرمر کے فرش پہ قدم رکھتے ہوئے یہاں سے وہاں آتے جاتے ڈیزائنرز۔ انکی جھب ہی نرالی تھی۔ نچلی منزل کے برعکس یہاں کام کرتے لوگوں کی ناک ذرا اونچی تھی۔ وہ تم سے بات کریں گے تو گویا احسان کریں گے۔ تمھیں وقت دیں گے تو گویا جنت کا اعلان کریں گے۔

راہداریوں کے اختتام پہ ایک ہی آفس تھا۔ جہاں سے آگے جانے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اگر تمھیں آفس کا نقشہ سمجھنے میں دقت ہو رہی ہو تو یوں سمجھو جیسے ایک گلی میں سڑک کے دونوں اطراف بنے گھر۔ اور گلی کے اختتام پہ تمام راستوں کو بند کرتا ایک آخری گھر۔ ایک شاہی گھر۔ اسی شاہی گھر نما آفس کا دروازہ

www.Novelshub.pk

کھول کر اس وقت ایک آدمی باہر نکلا تھا۔ اسکی چال بادشاہوں جسی تھی اسکا قد اسکا سراپا یوں تھا جیسے موت کے آخری لمحے تمھیں بچانے والا کوئی عظیم فرشتہ۔

فرشتے نما انسان کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا۔ وہ جو اسکے ساتھ ہی باہر آیا تھا۔ اسکے چہرے پہ خوف تھا پیشمانی تھی۔ وہ کوئی پینتیس چھتیس برس کا عام صورت مرد تھا۔ اسکا نام ولید تھا۔ وہ قیسم کا سب سے ہائی کوالیفائیڈ ڈیزائنر تھا۔ اسکے بنائے ڈیزائن کئی سالوں یاد رکھے جاتے تھے۔ اسکے ہاتھوں میں جادو تھا۔ اسکا دماغ عظیم تھا۔

تم وہ آدمی ہو جس نے قیس کمبیر کو دھوکہ دیا۔ شہنشاہ نما آدمی اسکی آواز راہداری میں گونجی تو سارے لوگ ٹھہر سے گئے۔ کچھ کی انگلیاں فوراحرکت میں آئیں۔ دھڑا دھڑ میسیجز کئے گئے نچلی اور درمیانی منزل کے ورکرز کو بلایا جانے لگا۔

قیس آج پھر فارم میں آیا تھا۔ قیس آج بولنے والا تھا۔ سارے آفس بلکہ ساری دنیا پہ فرض تھا کہ اسے سنا جائے۔ وہ اتنا کم بولتا تھا کہ کئی لوگ اسکی آواز سننے کے لئے بے تاب رہا کرتے تھے۔

تم نے ہمارے سمر کلیکشن

www.Novelshub.pk

(Summer collection)

کے

Visual ,sketch art ,inspiration story

ہماری سال بھر کی محنت بیچ دی۔ اسکی بھاری آواز سارے میں ارتعاش سا پیدا کر رہی تھی۔ وہ جہاں کھڑا تھا اس جگہ ہلکا اندھیرا تھا۔ اسکا چہرہ واضح نہیں تھا۔ لیکن اسکی آواز کافی۔ اچھی تھی۔ جیسے خمار زدہ سی۔ نیند میں ڈوبی ہوئی۔

آئی ایم سوری قیس... میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا... میں مجبور تھا قیس..... میری بیٹی بہت بیمار تھی اسے علاج کی ضرورت تھی۔ آپ سے ملنے والی تنخواہ بے حد کم تھی میں......

ولید ہکلا رہا تھا۔

،،دھوکہ کبھی مجبوری نہیں ہوتا۔ یہ چوائس ہوتا ہے۔،،

www.Novelshub.pk

تم نے اسے چنا ہے۔ فرشتہ صفت انسان نے اسکی بات کاٹی تھی۔ آس پاس کھڑے لوگ چہ مہ گوئیاں کرنے لگے تھے۔ اب کے نچلی اور درمیانی منزل کے ملازم بھی یہیں جمع ہونے لگے تھے۔ لمبی چوڑی گلی نما راہداری اب کھچا کھچ بھر چکی تھی۔

میں شرمندہ ہوں قیس... آدمی ندامت سے سر جھکا کر بولا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ گردن جھک گئی تھی۔ غلط کام یونہی گردن جھکا دیتے ہیں۔

،، کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ تم نے مجھے دھوکہ دینا کیوں ضروری سمجھا۔ ؟،،

قیس نامی آدمی آگے بڑھ آیا تھا۔ اب کے راہداریاں روشن ہو گئی تھیں۔ شاید کوئی مسلہ تھا جو حل ہو گیا تھا ۔ اس آدمی کے ارد گرد بھلا اتنے مسائل کیوں رہتے تھے۔؟

میں مجبور تھا قیس۔... مجھے زیادہ پیسے چاہیے تھے۔ میں نے دوسرے برانڈ سے بات کی۔ ان لوگوں نے مجھے ایک آرٹیکل اسکیچ کرنے کو کہا۔ آدمی رک رک کر ندامت سے کہہ رہا تھا۔ کچھ لوگ اسے تاسف سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ تمسخر سے۔ کچھ حسد سے۔

www.Novelshub.pk

میں نے حامی بھر لی۔ میں کام پہ لگ گیا حالانکہ یہ میرے کنٹریکٹ کے خلاف تھا۔ میں آپ کے علاوہ کسی کے لئے کام نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے کیا۔ اسکی آواز میں نمی گھل گئی۔ فرشتہ صفت انسان بس اسکے چہرے کو دیکھتا رہا۔

لیکن میں کام نہیں کر پایا میرا بلاک شروع ہو گیا تھا۔ اور میں نے وہ visuals اٹھا کر دے دیے جو قیسم کے لئے تھے۔ آئی ایم سوری قیس آئی ایم سوری۔ مجھ سے میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو گئی آئی ایم سوری۔ آدمی کے بس میں نہ تھا کہ قیس کے پیروں میں گر پڑتا۔ وہ مرد ہو کر اس طرح رو رہا تھا۔

آپ مجھے نوکری سے نکال سکتے ہیں۔ لیکن میں التجا کروں گا کہ مجھے ایک چانس دیا جائے۔ میں نے قیسم کو اپنے چھ سال دیے ہیں۔ میری ایک غلطی کی وجہ سے میری نوکری ختم مت کریں۔

ملازمین اب اسے ترحم سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ حسد سے۔ کاش اسے نکالا نہ جائے پہلے گروہ نے سوچا۔ خدا اسے جہنم واصل کرے دوسرے گروہ نے سوچا تھا۔

اب راہداریوں میں بس آدمی کے رونے کی آواز آتی تھی۔ وہ دھوکے باز وسل بلوور بعد میں تھا۔ باپ پہلے تھا۔

www.Novelshub.pk

قیس دو قدم آگے آیا۔ اسکا چہرہ اب سب کے سامنے تھا۔ ہر اندھیرے سے پاک۔ روشنیوں میں نہایا ہوا۔ اسکی رنگت گندمی مائل سی تھی۔ اسکے نقش خوبصورت تھے۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ ناک اٹھی ہوئی۔ بال ہلکے گھنگھریالے تھے۔ یوں کہ اس کی شخصیت پہ بے حد خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ اگر اسکے بال گھنگھریالے نہ ہوتے تو وہ کچھ بھی لگ سکتا تھا سوائے وجیہ کے۔ اسکے چہرے پہ ہلکی بڑھی شیو تھی۔ جو اسکی کشش میں مزید اضافہ کرتی تھی۔ اس نے سرمئی ٹو پیس پہن رکھا تھا۔ کلائی میں برانڈڈ گھڑی۔ پیروں میں لاکھوں روپے کے جوتے۔ وہ اس سلطنت کا بادشاہ تھا۔

،، قیس کمبیر ،،

تم نادم ہو؟ وہ اس ملازم کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ ولید نامی ملازم کے رونے میں شدت آگئی تھی۔

میں شرمندہ ہوں قیس۔ خدا کی قسم میں بے حد شرمندہ ہوں۔ مجھے خدا کے لئے معاف کر دیں۔ آپ چاہے مجھے نوکری سے نکال دو لیکن مجھے معاف کر دو۔ راہداری میں اب بس اسکے سسکنے کی آواز آتی تھی۔ سارے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے کھڑے تھے۔

www.Novelshub.pk

قیس کسی کی نوکریاں نہیں کھاتا۔ وہ فرشتے جیسا آدمی بولا تو چند ورکرز نے اسے فخر سے دیکھا۔ چند کی آنکھوں میں ناپسندیدگی تھی۔ چند نے اس فرشتے کو ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔

تم ہمارے ساتھ کام کروگے۔ قیس کے الفاظ اسے روتے ہوئے آدمی کے اندر روح پھونک رہے تھے۔ اسکے بس میں نہ تھا ورنہ اس فرشتے کے قدموں میں بیٹھ جاتا۔ وہ تشکر اور ممنونیت سے قیس کا چہرہ تک رہا تھا۔

اب کوئی کوتاہی مت کرنا ورنہ ذمہ دار تم خود ہوگے۔ قیس کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا۔ ابھی وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا کہ ایک آواز پہ رک گیا۔

آپ کو چاہیے تھا کہ اسے نوکری سے نکال دیتے۔ کسی ڈیزائنر کی ناپسندیدگی میں ڈوبی آواز۔

قیس کسی کی نوکریاں نہیں کھاتا۔ اس نے ایک ہی سطر کہی تھی اور اور پھر وہ آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

پیچھے راہداریوں میں لوگ اسکی پشت کو دیکھتے رہے۔

فرشتہ صفت آدمی روشنیوں اور لوگوں کے درمیان سے نکلتا ہوا جا رہا تھا۔ اسکے لب مسکرا رہے تھے۔

www.Novelshub.pk

کسی انسان کو معاف کر دینے والی مسکراہٹ۔

بلوچستان

سیاہ لوہے کے گیٹ والا گھر اس وقت خاموشی میں ڈوبا تھا۔ یہ گھر ایک چھوٹے سے محلے میں واقع تھا۔ جہاں اسی طرح کے بے شمار گھر قطاروں میں تھے۔ سیاہ بڑا سا دروازہ پار کرتے ہوئے اندر آؤ تو ایک بڑا سا درخت دروازے کے دائیں طرف لگا تھا۔ جسکا سایہ اور شاخیں لوہے کے گیٹ پہ پڑتی تھیں۔

گھر رقبے میں کافی بڑا تھا۔ اور محلے کے باقی گھروں کی نسبت اچھی حالت میں تھا۔ دروازے کے بعد ایک بڑا سا صاف ستھرا صحن تھا۔ جہاں ایک کونے میں چارپائیاں کھڑی کی گئی تھیں۔ ذرا آگے جاؤ تو دائیں طرف ایک ہینڈ پمپ لگا تھا۔ جس کے عین نیچے برتن دھونے کے لئے سیمنٹ کی بنائی گئی پکی جگہ تھی۔ گاؤں میں

www.Novelshub.pk

لوگ ایسے ہی صحن میں برتن دھونے کی جگہ بنایا کرتے ہیں۔ صحن میں ایک طرف دو کمرے بنے تھے۔ جو شاید استعمال نہیں ہوتے تھے۔ کمروں کی سیدھ میں دو باتھروم بنے ہوئے تھے پکے سیمنٹ والے۔ جنکا تازہ رنگ وروغن گواہ تھا کہ انہیں بنے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ صحن کے بیچوں بیچ ایک اور درخت تھا۔ جسکا سایہ دوپہر کے وقت کافی گہرا ہوا کرتا تھا۔ صحن کے اختتام پہ برامدے کا لکڑی کا بڑا سا دروازہ تھا۔ دروازہ کھول کر اندر آؤ تو برامدے میں نرم قالین بچھے تھے۔ برامد ایوں تھا جیسے امیروں کے گھروں کے ٹی وی لاؤنج۔ برامدے میں پانچ کمرے بنے تھے ایک بلکل سیدھ میں سربراہی کمرہ۔ دائیں طرف دو کمرے تھے۔ اسکے سامنے ہی دو اور کمرے اور بس یہ تھی اس گھر کی کل متاع۔ یہ تھا زینیا حاکم کا گھر۔

صحن کے ایک کونے میں واقع کچن سے اس وقت کھڑ پٹر کی آوازیں آتی تھیں۔ سربراہی کمرے سے اس وقت کسی مرد کے زور زور سے چیخنے کی آواز آ رہی تھی۔

,,کوئی یہاں آئے گا یا سارے کے سارے جہنم واصل ہو گئے ہو۔؟,, ادھیڑ عمر مرد چلا رہا تھا۔ اسکے انداز میں ناگواری تھی۔ چڑ تھی۔

www.Novelshub.pk

اللہ نے مجھے ہی ایسی بے غیرت اولاد دینی تھی۔ نا بیوی فرماں بردار اور نہ ہی اولاد۔ کمبختوں کوئی سن رہا ہے ؟اب کے وہ حلق کے بل چیخے تھے۔ باہر پانی کی موٹر چل رہی تھی۔ جسکی وجہ سے صحن میں اس آدمی کی آواز نہیں جاتی تھی۔ لیکن سربراہی کمرے کے ساتھ والے کمرے میں یہ آوازیں بخوبی جا رہی تھیں۔ اور انہی آوازوں کو سنتے ہوئے زینیا نے بستر سے اپنے قدم اتارے تھے۔ اسکی بہن ساتھ سوئی پڑی تھی۔ زینیا اچھے سے جانتی تھی اسکی بہن سو نہیں رہی۔ اسے ابا کی صور پھونکتی آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیکن وہ بس مکر کر رہی تھی۔ سونے کا مکر۔ لیکن ایسی چنگھاڑتی آوازوں میں کسی کا سونا ناممکنات میں سے تھا۔ وہ دروازہ دھکیلتی باہر نکل آئی۔ ابا کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اسکے ذہن میں اپنے انسٹاگرام کے ڈی ایم تھے۔

کچھ چاہیے ابا؟ نرم مدبر لہجہ۔

،،اولادیں تم جیسی ہوں تو بس زہر کی کمی رہ جاتی ہے لا دو۔ حقارت اور طنز میں ڈوبے تیر۔ جاؤ اپنے بھائی صاحب کو اٹھا کر لاؤ۔ اس سے کہو مجھے گھر کا ناشتہ نہیں کرنا۔ تمہاری اس غیر ذمہ دار اور پھوہڑ ماں کو آج تک پراٹھے بنانے نہیں آئے۔ بازار جائے اور میرے لئے ناشتہ لائے۔،،

www.Novelshub.pk

کمرے کے پلنگ پہ بیٹھے ادھیڑ عمر مرد کا رنگ صاف تھا۔ بے حد صاف۔ نقوش آج بھی وجیہ تھے۔ جوانی میں تو پھر کیا ہی بات رہی ہو گی۔ تنو مند سا جسم۔ اور بھورے بال آج بھی یوں تھے۔ گویا پچیس کی جوانی۔ یقیناً حاکم نواب کا شمار وجیہ مردوں میں ہوتا ہو گا۔ اگر وہ یہ غصہ اور طنز نہ کریں تو دنیا کے سب سے حسین انسان لگیں۔

,,بشر سو رہا ہے ابا،،۔

نپے تلے الفاظ۔ اٹھی ہوئی آنکھیں سیدھی گردن۔ آہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ بولنا کوئی زینیا حاکم سے سیکھے۔

سویا ہے تو کیا اٹھ نہیں سکتا؟ نواب صاحب ہے وہ،؟ جاؤ ابھی کے ابھی اٹھا کر لاؤ اسے۔ وہ سختی سے بولے تھے۔ زینیا کے قدم یونہی جمے رہے۔

,,اٹھانے گئی تھی۔ آپ کا بھی کہا لیکن بشر نے کہا ہے وہ ساری رات کا جاگا ہوا ہے۔ سونے دو۔ وہ جھوٹ پہ جھوٹ گڑھ رہی تھی۔ بلا تامل کے۔ بنا جھجھک کے۔ اسکا انداز روبوٹک تھا۔ جذبے تو اسے چھو کر نہیں گزرتے تھے۔

www.Novelshub.pk

تم اولاد نہیں ہو عذاب ہو عذاب۔ وہ برہمی سے کہتے ہوئے بستر سے اترنے لگے تھے۔ بیٹے باپ کا بازو ہوتے ہیں اور ایک ہماری اولاد ہے۔ باپ کو منہ پہ جواب دیتی ہے۔

انہوں نے پیروں میں چپل ڈالے۔ میز پہ دھری مہران کی چابی جھپٹ کر اٹھائی۔

؛؛ گاڑی خراب ہے ابا۔ کل سے اسکے انجن میں مسلہ ہے۔ آپ کو پیدل جانا ہو گا۔؛؛ مہذب اور شائستہ لہجے میں دی گئی ایک اور اطلاع۔

اب کی بار حاکم تلملا اٹھے تھے۔ چابی کو زور سے چیس کے فرش پہ پٹخا۔ اپنی اولاد اور بیوی کی شان میں مزید چند القابات کا اضافہ کیا۔ اور باہر کی راہ لی۔ جاتے جاتے دروازہ زور سے مار کر گئے تھے۔ اسی دروازے کی آواز سن ایک فربہہ سی عورت تیز تیز قدم اٹھاتی برامدے میں داخل ہوئی تھیں۔ انکا وزن بڑھا ہوا تھا۔ رنگت وہی کونج کی جیسی پکی سانولی۔ گال بھرے بھرے۔ آنکھیں خوبصورت۔ مقامی لباس میں انکا سراپا بس ایک ماں جیسا لگتا تھا۔ سادہ، خوبصورت۔ اور معصوم۔ کبھی ماؤں سے زیادہ حسین انسان دیکھا ہے۔؟

کیا ہوا ہے آپ کہاں جا رہے ہیں۔؟ انہوں نے برامدے کا دروازہ پار کرتے اپنے شوہر سے پوچھا تھا۔ وہ جو غصے میں بھرے ہوئے باہر جا رہے تھے۔ برامدے کے دروازے پہ رک گئے۔

www.Novelshub.pk

تمہاری بے غیرت اولاد کے کرتوت برداشت نہ کرتے ہوئے جہنم واصل ہو رہا ہوں۔ ویسے کوئی خاص قصور اولاد کا بھی نہیں ہے۔ جب ماں ایسی کم نسلی ہو گی پھر یہ سب تو ہونا ہے۔ وہ حقارت سے کہتے باہر نکل گئے تھے۔ جاتے جاتے دروازہ ایسے زور سے مارا کہ انکی بیوی امینہ حاکم کے بازو سے لگا تھا۔

زینیا نے اپنے پہلو میں گری مٹھی بھینچ لی تھی۔ امینہ بیگم خفت چھپانے کو یہاں وہاں دیکھنے لگی تھیں۔ زینیا کی آنکھوں میں ڈھیر سارا اشتعال عود کر آیا تھا۔ لیکن وہ ضبط کئے کھڑی رہی۔

،،غصے میں بس ذرا سے چڑچڑے ہو جاتے ہیں،،وہ اپنی اس بیٹی کو صفائی دے رہی تھیں جسے ضرورت نہیں تھی۔ زینیا کچھ نہیں بولی۔ وہ کچھ بولتی ہی نہیں تھی۔ وہ کونج نہیں تھی ناں۔۔ اپنے کمرے کے پلنگ پہ لیٹی کونج کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ رہے تھے۔ اسے رونا بہت آتا تھا۔ روز ابا کی دل دکھانے والی باتیں سن سن کر وہ اسی طرح چپ چاپ رویا کرتی تھی۔

!!تم اپنا بدلہ لے چکیں ناں زینی!!وہ ہچکیوں کے درمیان بڑبڑائی تھی۔ اور یہاں سے دور۔ اگر باہر برامدہ اور صحن پار کر کے سیڑھیاں چڑھ کر چھت پہ آؤ تو کانوں میں ایئرپوڈز لگائے پانی کی نیلی ٹینکی کے پاس ایک

www.Novelshub.pk

ستائیس اٹھائیس برس کا مرد بیٹھا تھا۔ وہ پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔ پائپ کی فٹنگ کو چیک کرتا ہوا۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ حاکم نواب کا پرتو۔ وہی رنگت، وہی قد کاٹھ، وہی نقوش،

اسکا نام بشر حاکم تھا۔ یعنی کونج کے اندازے درست تھے۔؟

ناولز حب

سینٹوریني کا قصبہ اویا

سبز آنکھوں والا لڑکا اس وقت اسٹیج پہ کھڑا تھا۔ مغرب کا وقت تھا۔ سورج کی الوداع کہتی کرنیں اسکی سبز آنکھوں پہ پڑتی تھیں۔ سانولا چہرہ دھوپ لگنے پہ دمکتا تھا۔ ایک مقامی لڑکا ہاتھ میں مائیک تھامے مسکراتے ہوئے مقامی زبان میں سب سامنے بیٹھے لوگوں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ آج ہمارے ساتھ مہدی کمبیر ہیں۔ پچپن ملکوں کا سفر کرنے والے والے سیاح، اور انٹرنیشنل اسپیکر، جنکی باتوں میں جادو ہے۔ جو زندگی کو ایک الگ ہی نظریے سے دیکھتے ہیں۔ مہدی ایک لائف کوچ بھی ہیں۔ ایک سیاح، اسپیکر، اور لائف کوچ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کا تجربہ کیسا ہے دوستوں۔ ؟ لڑکے نے کہتے ہوئے مائیک کا رخ لوگوں کی جانب کر دیا تھا۔ بلند آوازیں، شور، ہوٹنگ، اشتیاق سب گڈمڈ ہونے لگے۔

سبز آنکھوں والے لڑکے نے ایک ہاتھ کمر پہ باندھ کر دوسرے ہاتھ کو ویلکم کے انداز میں سامنے پھیلا دیا۔ یہ اسکا شکریہ کہنے کا انداز تھا۔ مسکراہٹ تو اسکے ہونٹوں سے جدا نہیں ہوتی تھی۔ سبز آنکھیں اسکے ساتھ مسکرا رہی تھیں۔ کون کہہ سکتا تھا یہ وہی مہدی ہے جس نے کچھ دیر قبل اپنے ایک ساتھی کو زخمی کیا تھا۔ دوغلا۔ مکرباز۔

مقامی لڑکا اب بھی کچھ کہہ رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

،،جب مجھے اور میری ٹیم کو پتہ لگا کہ آج کل مہدی کمبیر ہمارے شہر آئے ہوئے ہیں۔ تب ہم نے بنا کوئی وقت ضائع کیئے۔ انہیں یہاں آنے کی دعوت دے ڈالی۔ گو کہ یوٹیوب پہ ہماری فالونگ بہت کم ہے۔ لیکن پھر بھی مہدی کمبیر ہمارے ساتھ ہماری گزارش پہ یہاں ہیں۔

Put your hands together for mehdi kambeer

لوگ تالیاں پیٹنے لگے تھے۔ شور بڑھ گیا تھا۔ سبز آنکھوں والا لڑکا اسٹیج کے ایک کونے سے قدم اٹھاتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے سفید گول گلے والی شرٹ پہن رکھی تھی۔ جس کے اوپر اسٹائلش جیکٹ تھا۔ قوس قزاح کے تمام رنگوں سے مزین جیکٹ۔ جس کے اوپر مختلف سکے لگے تھے۔ بٹن یا زپ کی جگہ چین نما لمبی زنجیر تھی۔ سیاہ سلیکس اور بغیر جرابوں والے اسنیکرز میں وہ اچھا یا برا نہیں لگ رہا تھا۔ اسکا حلیہ بس یہ بتاتا تھا کہ وہ free soul ہے۔ آزاد بے پرواہ۔

کچھ لوگوں کو بھیڑ غیر آرام دہ کرتی ہو گی۔ مجھے فیسینیٹ کرتی ہے۔ سبز آنکھوں والا لڑکا ہاتھ میں مائیک تھامے اپنے سامنے بیٹھے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ اسکا لہجہ بھاری تھا۔ انداز میں لاپرواہی تھی۔ لوگ توجہ سے اسے سن رہے تھے۔ (گوروں کو ایسی محفلیں بورنگ نہیں لگا کرتیں۔) میں اتنے لوگوں سے ملا ہوں

www.Novelshub.pk

۔ اتنے ملک گھوما ہوں۔ لوگ اب میرے لئے مشکل نہیں رہے۔ اگر میں کہوں مہدی کمبیر لوگوں کے معملے میں اچھا ہے تو یہ غلط نہیں ہو گا۔

وہ اپنے سامنے بیٹھے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

خیر تمہید کو چھوڑ کر ہم آج کے ٹاپک کی طرف آتے ہیں۔ وہ چلتے چلتے اسٹیج کے بیچوں بیچ رکھے اسٹول پہ آ بیٹھا تھا۔ یوں کہ ایک پیر زمین کو چھوتا تھا۔ اور دوسرا اسٹول کے اسٹینڈ پہ رکھا تھا۔ بالوں کی چند لٹیں ماتھے کو چھو رہی تھیں۔ آنکھیں سنجیدگی سے لوگوں پہ جما رکھی تھیں۔

سیلف ہارم، یہ لفظ آپ سب کے لئے یا پھر میرے لئے نیا نہیں ہو گا۔ ہم سب نے یہ لفظ سن رکھا ہو گا۔ بلکہ ہم نے اپنے ارد گرد ایسے لوگ بھی دیکھے ہوں گے۔ جنکی کلائیاں زخمی، سیگرٹ سے داغی ہوئی ہوں گی۔ جن کے بازو سینے یا گردن پہ مختلف قسم کے ٹارچر کے آثار ہوں گے۔ اس نے کہنا شروع کیا تھا۔

لوگ پہلو بدلنے لگے تھے۔ اوں ہوں انہیں سیلف ہارم کے بارے میں نہیں سننا تھا۔ آہ وہ تو مہذب قسم کے لوگ تھے۔ انکا بھلا ایسے جاہل خود کو نقصان پہنچانے والوں سے کیا لینا دینا۔؟ یہاں سے دور کچھ فاصلے

www.Novelshub.pk

پہ کسی بوڑھے جوڑے کی گانا گانے کی آواز آتی تھی۔ ضعیف آواز۔ لڑکھڑاتے سر۔ اور انکے درمیان بات کرتا سبز آنکھوں والا لڑکا۔

سیلف ہارم کیا ہے۔؟ کیا آپ جانتے ہیں۔؟ اس نے مائیک کا رخ لوگوں کی جانب کر دیا نیلی کرسیوں پہ بیٹھے لوگوں نے یک زبان ہو کر انگریزی میں جواب دیا تھا۔

،، ہر انسان جانتا ہے ،، مجمعے کی آواز بے زار سی تھی۔ سیلف ہارم مطلب خود کو نقصان پہنچانا۔ مجمعے میں سے کوئی پچیس برس کا لڑکا کہنے لگا تھا۔ اپنے جسم کو جلانا خود کو مارنا پیٹنا، اپنے جسم پہ کٹ مارنا، یہ تو بچے بھی جانتے ہیں۔ آخر میں اسکا لہجہ استہزائیہ تھا۔

اسٹیج پہ کھڑا مہدی مسکرایا تھا۔ جاتے سورج کی کرنیں اسکے چہرے پہ نارنجی تاثر چھوڑ رہی تھیں۔

،، آپ مجھے کینسر کا لاسٹ اسٹیج بتا رہے ہیں۔ آپ نے بیماری کی علامت اور شروعات مس کر دی ہے۔،،

اب کے لوگوں میں تجسس ابھرا تھا۔ بات اتنی سادہ نہیں تھی۔ جتنی وہ سمجھے بیٹھے تھے۔ مہدی گھما پھرا کر بات کرتا تھا۔

www.Novelshub.pk

آپ کو لگتا ہے سیلف ہارم والے لوگ جاہل خود سے بے زار۔ یا پھر ڈرپوک قسم کے لوگ ہیں۔؟ ایسے لوگ جن کے اعصاب کمزور ہیں۔ یا پھر جو ذہنی مریض ہیں۔ آپ کو لگتا ہے۔ سیلف ہارم پہنچانے والے لوگ بس اپنے جسم پہ کٹس لگانے، اپنا جسم جلانے، یا پھر خود کو اذیت دینے تک محدود ہیں۔؟

بوڑھے جوڑے کی لڑکھڑاتی آواز اب بھی آرہی تھی۔ پرانا گیت کسی نوحے کی مانند سماعتوں کا حصہ بن رہا تھا۔ وائلن کی آواز تیز ہوتی جارہی تھی۔ ان سب کے درمیان سبز آنکھوں والے لڑکے کی آواز دب نہیں رہی تھی۔

خود کو جلانا، مارنا، کاٹنا ہاں یہ سب بھی سیلف ہارم ہے۔ ہماری نظر میں وہ لوگ جاہل ہیں جو یہ سب کرتے ہیں۔ لیکن کیا ہم سیلف ہارم کے شکار نہیں ہیں۔؟ خود پہ غور کریں۔ ہم سب یہاں بیٹھا ہر انسان کسی نہ کسی طریقے سے خود کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ کیا میں غلط ہوں۔؟

لوگ حیران تھے۔ ساتھ ساتھ پر تجسس بھی۔ لیکن انکی زبانیں مقفل تھیں۔ جواب بنتا ہی نہیں تھا۔ کیا وہ لوگ واقعی خود کو نقصان پہنچا رہے تھے۔؟

www.Novelshub.pk

ہم سب نے کسی نہ کسی حادثے کے بعد لوگوں پہ بھروسہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم اپنے مسائل اپنی باتیں دل میں رکھ رہے ہیں۔ ہم نے اپنے دل کو تھکا دیا ہے۔ دل بھی تو جسم کا حصہ ہے۔ کیا اسے تکلیف دینا جرم نہیں۔ کیا یہ سیلف ہارم نہیں ہے۔؟

یکدم سارے میں پن ڈراپ سائلنس پھیل گیا تھا۔ بوڑھے جوڑے نے گیت آدھے میں چھوڑ دیا تھا۔ لوگوں کو انکی چائے کافی بھول گئی تھی۔ لوگ ساکن ہو کر اسے سن رہے تھے۔

ہم سب نے ایک بریک اپ کے بعد نئے تعلق کو اپنی زندگی میں جگہ نہیں دی۔ ہم ہر محبت کی دستک کو ناں کہہ رہے ہیں۔ ہم خود سے محبت کرنے والوں کو خود سے دور کر کے۔ اپنے دل کو اپنی روح کو اذیت دے رہے ہیں۔ کیا یہ سیلف ہارم نہیں ہے۔؟

مائیک تھامے لوگوں کی آنکھوں میں دیکھ کر بات کرتا لڑکا۔ وہ چند پل میں دنیا کے مختلف کونوں سے آئے امراہ کی سانسیں تک روک گیا تھا۔ چند پڑھے لکھوں نے تو باقاعدہ منہ ڈھانپ لینا تھا۔

ہم نے دوستوں سے ملنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے پارٹیز شادیوں میں جانا چھوڑ دیا ہے۔ ہم لوگوں سے نہ مل کر اپنے اندر کے سوشل انسان کو جلا رہے ہیں اور ہمیں بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ غلط ہے۔ ہم ہر وقت اپنے سابقہ

www.Novelshub.pk

محبوب کو انسٹا گرام اور فیسبک پہ سرچ کر کے اسے کسی اور انسان کے ساتھ خوش دیکھ کر رو رہے ہوتے ہیں۔ کیا یہ سیلف ہارم نہیں ہے۔؟

بوڑھے جوڑے کا دم سادھے ہوئے وائلن ایک بار پھر حرکت میں آیا تھا۔ سورج نارنجی سے اپنا رنگ بدل کر اب الوداع کہہ گیا تھا۔ اپنے پیچھے سیاہی چھوڑ کر۔ اور شاید کچھ لوگوں کے ذہن میں نئے سوالات چھوڑ کر۔

،، سیلف ہارم ،، یہ لفظ بہت بڑا ہے۔ اسکے معنی بے حد وسیع ہیں۔ ہم نے الفاظوں کا تعاقب کرنا چھوڑ رکھا ہے۔ ہم نے الفاظوں پہ غور کرنا چھوڑ رکھا ہے۔ کیونکہ ہم سنی سنائی باتوں کو مان لیتے ہیں۔ کسی نے کہا خود کو جلانا سیلف ہارم ہے ہم نے مان لیا۔ لیکن آج جو معنی میں آپ کے سامنے لایا ہوں۔ کیا آپ کو اس سے انکار ہے۔؟

تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر !! بلکل نہیں !! کہا تھا۔ غور سے سنو تو یوں لگے گا کہ بوڑھے جوڑے کے لڑکھڑاتے سروں اور ضعیف کانپتی آوازوں نے بھی لوگوں کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ مہدی کمبیر کے سانولے چہرے پہ اب کیفے کی بتیوں کی روشنی پڑ رہی تھی۔

www.Novelshub.pk

ہم سب،، اپنے،، وکٹمز ہیں۔ ہم سب سے زیادہ ظالم خود اپنے ساتھ ہوتے ہیں۔ دوست چھوڑ کر چلے گئے۔ ہم نے خود پہ محفلیں حرام کرلیں۔ بریک اپ ہو گیا۔ ہم نے خود پہ نئے تعلق حرام کر لئے۔

وہ اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسکا اونچا سراپا چھایا ہوا سا تھا۔ اسکا چہرہ سادہ تھا۔ لیکن کیا کوئی اسکی پچھلی حرکت بھول سکتا تھا۔؟ وہ اس وقت اسٹیج پہ کھڑا اسیلف ہارم کی بات کرتا شخص، یہ بس ایک اداکار تھا۔ ایک جھوٹا، فریب کار۔

ہم فیل ہو جاتے ہیں تو خود پہ دوبارہ پاس ہوسکنے کی امید حرام کر لیتے ہیں۔ لیکن کیا اب وقت نہیں آیا کہ ان سب سے نکلا جائے۔؟ کیا وقت نہیں آیا کہ اب جا چکے لوگوں کے غم دور کئے جائیں۔ خود کے ساتھ ظالم بننا چھوڑ کر ہم آگے بڑھیں۔ سیلف ہارم کی ابتداء ہی غیر سوشل ہونا ہے۔ خود کو کوسنا اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے خود کو اذیت دے کر خوش ہونا۔ یا پھر شاید ہم خوش بھی نہیں ہوتے۔

بیرے اب لوگوں کی سفید میزوں کے اوپر نیلے کافی کے مگ رکھ رہے تھے۔ ہلکی مدھم روشنی میں مختلف ثقافتوں سے آئے لوگ، نیلی کرسیاں سفید عمارتیں، سب کچھ خواب جیسا تھا۔

www.Novelshub.pk

لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ کچھ اپنے پیچھے یادیں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور کچھ پچھتاوے۔ اداس رہیں لیکن ایک مدت تک۔ روئیں لیکن چند دنوں تک۔ غیر سوشل رہیں بریکس لیں۔ لیکن ایک وقت واپسی کا بھی ہونا چاہیے۔ خود کو لوگوں سے کاٹ کر رکھنا اپنی روح جلانا ہے۔ خود کو نئے تعلق میں نہ ڈالنا اپنے جسم کو کٹس لگانے جیسا ہے۔ ہم سب لوگ پڑھے لکھے یا شاید کسی اونچے مقام والے لوگ ہیں۔ لوگ ہمیں دیکھتے ہیں۔ ہم سے انسپائرڈ ہوتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم خود ترسی کی مثال بننا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوں ۔

گرم کافی کے گھونٹ، پرانے گیتوں کی دم توڑتی آواز، براونیز اور چاکلیٹ بار کی نتھنوں میں گھستی ہوئی خوشبو، اور سامنے کھڑا زندگی کے اہم پہلوؤں پہ روشنی ڈالتا وہ شخص۔ یہ سب ایک نعمت کے جیسا تھا۔

آج یہاں سے جاتے ہوئے اپنے ذہن میں ایک چیز رکھ لیں۔ سیلف ہارم کے اصل معنی۔ خود کو اذیت دینے کے اصل معنی۔ ہم سب لوگ بسمل ہیں۔ وہ ایک لمحے کو رکا۔

،، بسمل۔؟ اس لفظ پہ لوگوں کے چہروں پہ استعجاب ابھرا تھا۔ مہدی ہلکا سا مسکرایا۔

میرے کہنے کا مطلب تھا۔ ہم سب زخم خوردہ ہیں۔

www.Novelshub.pk

Wounded, بسمل

اس نے انگریزی اور اردو میں دہرایا۔ لوگوں کے چہرے شانت ہو گئے۔

کچھ بسمل اپنے زخموں پہ مرہم رکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ کچھ انہیں ادھیڑے ہوئے رکھتے ہیں۔ کچھ بسمل ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے کوئی مسیحا آتا ہے۔ لیکن ان سب میں بسمل کی سب سے بری قسم جانتے ہیں کونسی ہوتی ہے۔؟

ایک ایسا بسمل جو اپنے زخموں کو کھرچتا رہتا ہے۔ ایسا بسمل اپنے جسم اور روح کے لئے ایک عذاب ہوتا ہے۔ کوشش کریں کہ ہم بسمل کی اس صف میں شامل نہ ہوں۔ آج کے لئے اتنا ہی۔ میری باتوں پہ عمل کر کے مجھے ای میل یا ڈی ایم ضرور کیجئے گا۔

،،ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا!!

ناولز حب

www.Novelshub.pk

اسکی آخری بات پہ سب ہنس پڑے تھے۔ مہدی نے ایک ہاتھ اپنی کمر پہ باندھا اور ایک بازو آگے پھیلا کر لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ تالیوں کی گونج، نم مسکراتے چہروں کی چمک، نیلی سفید عمارت، کافی بینز کی خوشبو ،کچھ وقت کے لئے ان سب کو الوداع۔

سبز آنکھیں مسکراتی ہوئی اب اسٹیج سے پلٹ رہی تھیں۔ کاش وہ اتنا اچھا ہوتا۔ جتنا اچھا بولتا تھا۔

ناولز حب

اسلام آباد

شام سات بجے

اسلام آباد کا ایک پوش علاقہ جہاں رہنے والے ملک کے امراہ میں شمار ہوتے تھے۔ اس وقت اپنے منظر پہ لگی بتیوں کی وجہ سے روشن تھا۔ یہ علاقہ باقی علاقوں کی نسبت زیادہ خاموش تھا۔ صاف ستھرا پر سکون علاقہ

www.Novelshub.pk

جہاں قطار در قطار ایک سے بڑھ کر ایک بڑا گھر تھا۔ درختوں کی فصیل تا حد نگاہ نظر آتی تھی۔ انہی گھروں کے درمیان ایک محل بھی تھا۔

،،،، **کمبیر محل**

ایک اونچی لمبی عمارت۔ نہ صرف اونچی بلکہ چوڑی بھی۔ اسکا رنگ سیاہ و سفید تھا۔ دیواریں ایک قلعے کا پتہ دیتی تھیں۔ اور شان و شوکت ایک محل کے جیسی۔ دروازے پہ ٹھہرے باوردی ملازم، دیواروں کے اوپر لگی تاریں، اور محل کے اندر سے جھانکتے اونچے درخت، یہ سب کچھ چند لمحوں کے لئے تمھیں ٹرانس میں دھکیل دے گا۔

محل کا شاہی دروازہ کھلا تو قیس کی سیاہ لمبی چمکدار گاڑی اندر داخل ہوئی۔ گیلے پاتھ وے پہ اسکی گاڑی ہولے ہولے چلتے ہوئے پورچ میں جا کر ٹھہری۔ پاتھ وے کے دونوں اطراف میں سبز گھاس تھی۔ جس کی کیاریوں میں مختلف قسم کے پودے سجے تھے۔ توجہ اور وقت پہ ہونے والی کٹائی کے باعث پودے بہت اچھی حالت میں تھے۔

www.Novelshub.pk

پورچ میں ٹھہری گاڑی کا دروازہ شوفر نے فورا کھولا۔ قیس کے تاثرات سنجیدگی کی حد تک سپاٹ تھے۔ چہرہ تکان زدہ۔ نہ جانے کیوں اس محل میں داخل ہوتے ہی اسکے اعصاب پہ تھکن سوار ہونے لگتی تھی۔ یہ محل یہ شان وشوکت باہر سے جتنی آرام دہ، جتنی نرم لگتی تھی۔ قیس کے لئے اتنی ہی غیر آرام دہ تھی۔ ہر انسان کے لئے اسکا گھر اسکی کمفرٹ زون ہوتا ہے۔ لیکن کچھ ہوتے ہیں۔ جن کے لئے انکا گھر ہی ایک عذاب ہوتا ہے۔ قیس ان لوگوں میں سے ایک تھا۔

گھر کے اندر جانے کی بجائے وہ لان کی جانب چلا آیا تھا۔ وہاں کوئی بیٹھا تھا۔ جس کے نقوش کافی حد تک قیس جیسے تھے۔ یا پھر قیس کے نقوش اسکے جیسے۔۔؟

وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اس آدمی کے قریب چلا آیا تھا۔ ڈھلتی عمر کا ایک سرمئی سا آدمی۔ جس نے سادہ سے سیاہ کرتے کے اوپر بھوری شال اوڑھ رکھی تھی۔ آنکھیں اداس سی تھیں۔ جسم تھکاوٹ زدہ۔ کندھے ڈھلکے ہوئے۔ شاید وہ بیمار رہا کرتا تھا۔

,,,, کیسے ہیں چچا؟

بھاری گمبھیر لہجے میں بس یہی پوچھا تھا اس نے۔ کرسی کھینچ کر وہ انکے قریب ہی بیٹھ گیا۔

www.Novelshub.pk

جب تک تمہیں دیکھتا رہوں گا تب تک زندہ رہوں گا۔ بعد کا کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بختیار کمبیر کی آواز میں خود ترسی تھی۔ قیس گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

مقصود چچا کہاں ہیں۔؟ انہوں نے دوائی لی۔؟ تھیراپی کروائی؟ وہ کافی دیر بعد پھر سے پوچھ رہا تھا۔

ٹھیک ہے وہ بھی۔ کھانا کھا کر سو گیا تھا۔ لاپرواہ سا جواب۔ قیس انہیں دیکھتا رہا۔ اسکی آنکھوں میں بے پناہ تھکن تھی۔

مہدی سے بات ہوئی؟ اور انیسہ کہاں ہے؟ ایک اور استفسار۔

مہدی فون نہیں اٹھا رہا۔ اور انیسہ اپنے دوستوں کے ساتھ گئی ہے۔ واپس نہیں آئی۔

قیس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسکی آنکھیں اب کے فکر مند تھیں۔ اسکا خاندان وہ اپنے خاندان کو ذرا سا بھی بکھرنے یا نظروں سے دور ہونے نہیں دے سکتا تھا۔ ہر انسان کا خاندان اسکی کمزوری یا طاقت ہوتا ہے۔ قیس کمبیر کا خاندان اسکا خوف تھا۔ اسکا خاندان اسے ہانٹ کرتا تھا۔ اپنے خاندان کے لئے وہ سوتے ہوئے بھی فکر مند رہتا تھا۔

www.Novelshub.pk

میں انیسہ کو لینے جا رہا ہوں۔ یہ وقت نہیں شریف لڑکیوں کے باہر رہنے کا۔ مہدی کو بھی دیکھ لوں گا میں۔ آپ پلیز کھانا کھا لیجیئے گا۔ میں واپس آ کر آپ کو دوائی کھلا دوں گا او کے۔؟

بختیار نے اسکی باتیں شاید سنی شاید نہیں۔ وہ بس اسے کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں میں فکر تھی ۔

تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ قیس۔ کھڑے ہو کر تھک جاؤ گے۔ ذمہ داریوں کو کندھے کا بوجھ مت بناؤ۔ نرم سی تنبیہ یا فکر مندی تھی۔

قیس تلخی سے مسکرایا تھا۔ اسکی آنکھیں زخمی سی تھیں۔ چہرے پہ کرب تھا۔

میں اس محل کا سب سے مضبوط ستون ہوں۔ میں بیٹھ گیا تو محل ڈھے جائے گا۔ کھڑے رہنا میری چوائس نہیں مجبوری ہے۔ جلدی آؤں گا۔

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا پورچ کی جانب بڑھ گیا۔ بختیار اسے آزردگی سے دیکھتے رہے۔ اگر آج اسکا باپ زندہ ہوتا تو حالات مختلف ہوتے۔

www.Novelshub.pk

جس انسان نے اپنے آدھے خاندان کو اپنی آنکھوں کی آگے مرتے ہوئے دیکھا ہو۔ وہ پھر انسان نہیں رہتا قیس بن جاتا ہے۔

محل کا سب سے مضبوط اور مجبور ستون۔

ناولز حب

بلوچستان گوادر

حاکم نواب کا گھر صبح کے بر عکس اس وقت ذرا پر سکون تھا۔ ابا اپنے دوستوں کے ساتھ جا چکے تھے۔ بشر کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے آپ میں گم رہنے والا انسان تھا۔ صبح سویرے اٹھ جاتا۔ ناشتہ دو گے تو کر لیا ورنہ یونہی بیٹھا رہے گا۔ اماں نے اسکا نام بے زبان جانور رکھ چھوڑا تھا۔ وہ جس سے اپنے ہی گھر میں بھوک لگنے پہ کھانا بھی نہیں مانگا جاتا تھا۔ اسکا بھلا اس سے بہتر اور کیا نام ہو سکتا ہے۔؟

www.Novelshub.pk

اسکے دو کام تھے۔ اپنا آٹے کا دکان جس پہ وہ ہول سیل ریٹ میں آٹا لیا کرتا تھا۔ اور پھر شہر کے ہوٹل اور دکاندار آٹے کے لئے اس سے رابطہ کرتے تھے۔ دوسرا کام گھر پہ بالی ووڈ موویز۔ وہ ایک بالی وڈ فین تھا۔ کوئی ویب سیریز، کوئی فلم کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ جگجیت سنگھ سے لے کر ارجیت سنگھ تک۔ اسے ہر گانے کا دورانیہ تک یاد رہتا تھا۔ وہ ابا کی طرح غصیل نہیں تھا۔ تو پھر زینیا کی طرح ٹھنڈا بھی نہیں تھا۔ وہ الگ تھا۔ اس گھر کا باسی ہو کر بھی سب سے الگ۔

شام کے اس پہر ماسی زوبی آئی بیٹھی تھیں۔ وہ کپڑا بیچتی تھی۔ صبح کی نکلی شام کو گھر لوٹا کرتی تھی۔ لیکن حاکم نواب کے گھر وہ شام کے اسی پہر آیا کرتی تھی۔ وجہ وہی اس گھر کے مالک کا غصہ۔

کونج اماں (بلوچی اور سندھی زبان میں بیٹیوں کو پیار سے اماں بلایا جاتا ہے) ظلم تو مت کرو یہ جوڑا ڈھائی سو روپے میٹر ہے۔ ایسے کیسے تمھیں ایک ہزار کا پورا جوڑا دے دوں؟ صحن سے ماسی کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

صحن میں رکھی چارپائی پہ اس وقت چار لوگ بیٹھے تھے۔ زینیا، اماں، کونج اور ماسی۔

www.Novelshub.pk

ماسی دینا ہے تو دے دو۔ ورنہ بشر سے کہہ کر بازار سے منگوالوں گی۔ جیسے میں تو کچھ جانتی نہیں ناں۔ یہ لوٹ مار کہیں اور کرنا۔ کونج بھی اپنے نام کی ایک تھی۔ کہاں باز آنے والی تھی۔ اماں نے اسکی قینچی جیسی زبان پہ باقاعدہ سر پیٹ لینا تھا۔ وہ ایسی ہی تھی خالی برتن کی طرح بس آواز کرتی تھی۔

رہنے دو گودی (گودی محبت کا ایک طرز تخاطب ہے) تم اس جوڑے سے ہاتھ نکالو۔ ہزار کا لینا ہے۔ تو تمھیں کچھ اور دکھاتی ہوں۔ ماسی نے کہتے ساتھ اپنی ایک اور گٹھڑی کھولنے لگی تھی۔ زینیا ہاتھ میں چائے کا پیالہ لئے بیٹھی تھی۔ مسکراتے ہوئے کونج کی بے صبری دیکھتی ہوئی۔

ہاں اب یہ ہوئی ناں بات۔ ماسی کے ہاتھ سے مخمل کا نیلا جوڑا لیتے ہوئے کونج کے لہجے میں ستائش تھی۔

چلو اب دو جوڑے نکالو ایک میرا ایک زینی کا۔ اور ہاں ایک ہزار نہیں نو سو روپے دوں گی۔ وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتے ہوئے بولی تھی۔

ادی امینہ (بہن امینہ) دیکھو اب اپنی لڑکی کو۔ اپنی زبان سے مکر رہی ہے۔ بھلا مجھ غریب کے پیسے کھا کر اسے کیا ملے گا۔؟

www.Novelshub.pk

وہی جو تمھیں اس پٹھان کی بیوی کو جوڑے دگنی قیمت پہ دے کر ملتا ہے۔ کھولوں اب تمھارے پول ۔؟ کونج تڑخ کر بولی تو ماسی کھسیانی سی ہو گئی۔

اچھا ٹھیک ہے۔ لے لو۔ نو سو کا ہی لے لو۔ اس نے نیلا مخمل کا جوڑا کونج کی گود میں ڈالا تھا۔ ساتھ ہی ایک سبز زمرد کے رنگ والا جوڑا بھی نکالا۔

یہ زینی کے لئے۔ ماسی نے سبز جوڑا آگے کیا۔

ویسے کونج یہ نیلا جوڑا زینی پہ زیادہ اچھا لگے گا۔ اسکا رنگ دیکھو چمک رہی ہے۔ تم اس رنگ میں سانولی لگو گی۔ اماں کی بات پہ کونج نے دونوں جوڑوں کو ہاتھ میں لیا۔ زینیا اپنا پیالہ لے کر اٹھ گئی تھی۔ اسکا موبائل بج رہا تھا۔ جواب مانگا جا رہا تھا۔

سہی کہہ رہی ہو امیں۔ ادی۔ کونج کو ہلکے رنگ لے کر دیا کرو۔ دبتی رنگت کی ہے ناں۔ تائید کی گئی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے۔ یہ والا زینی رکھ لے اور یہ والا میں۔ کونج خوش دلی سے بولی تھی۔ چہکتے ہوئے۔

www.Novelshub.pk

ویسے بھی ہم دونوں ایک دوسرے کے کپڑے پہنتی ہیں۔اس نے پیر چارپائی سے نیچے اتارے۔دونوں جوڑے ہاتھ میں لئے وہ اندر کی طرف جا رہی تھی۔چہرہ خوشی سے تمتمار ہا تھا۔برامدے کا دروازہ کھولتے ہوئے اسکے ہاتھ ایک لمحے کو رکے تھے۔آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری۔دل میں گدگدی سی ہوئی ۔اس نے پلٹ کر چارپائی پہ بیٹھی اپنی اماں اور ماسی کو دیکھا۔

،،ویسے ماسی اب تمھیں آٹھ سو ملیں گے۔ہمارے گھر کے معملے میں مشورہ دینے کے لیے ایک سو روپیہ کٹ گیا۔اس نے اعلان کیا اور اندر چلی گئی۔پیچھے ماسی ہیں ہیں کرتی رہ گئی تھیں۔

کونج اپنے نام کے جیسی تھی۔پرندے جیسی، آزاد،بے پرواہ،اسے لوگوں کی باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ اپنے پسندیدہ جوڑے اپنی بہن کے لئے چھوڑ سکتی تھی۔

سینٹورینی کا قصبہ اویا

وہ کیفے جہاں کچھ دیر قبل لوگ تھے۔کافی بینز کی مہک تھی۔چاکلیٹ بار تھے۔مہدی کم بیر تھا اور لوگ تھے۔اب وہ کیفے خالی ہو چکا تھا۔لوگ جا چکے تھے۔کافی بننا بند ہو چکی تھی۔اور مہدی کمبیر وہ ابھی جانے ہی لگا تھا۔یہ کیفے کا خارجی دروازہ تھا۔جہاں کھڑے ہو کر وہ کیفے کی اونر سے بات کر رہا تھا۔خوبصورت سی

دبلی پتلی یونانی عورت۔ جو اپنے شوہر کے بعد اکیلی رہتی تھی۔ اس وقت وہ مہدی کے ساتھ کافی پینا چاہتی تھی۔ لیکن وہ شائستگی سے معذرت کر کے جانا چاہتا تھا۔ اور تقریباً کامیاب بھی ہو چکا تھا۔ خاتون سے الوداع کہنے کے بعد وہ مقامی یوٹیوبر لڑکے کے ساتھ اگر بڑھ گیا تھا۔ لڑکے کا نام تھامس تھا۔

تم اکیلے گھر جاؤ گے تھامس؟ تمہارا دوست کہاں گیا۔؟ سفید نیلی گلیوں میں چلتے ہوئے مہدی پوچھ رہا تھا۔

لڑکے نے سر جھٹکا تھا۔،، میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے چینل کے لئے وقت دیا۔ توانائی دی۔ الفاظ دیے۔ لیکن بطور انسان تم نے میرے دوست کے ساتھ جو کچھ کیا۔ میں شاید اب کبھی تمھیں معاف نہیں کر پاؤں۔

تمھارے دوست کے ساتھ؟ کیا میں نے کیا کیا؟ مہدی یکدم پریشان ہو اٹھا تھا۔ اسکے چہرے پہ حیرت تھی ۔

بنومت۔ تھامس نے بے زاری سے ہاتھ جھلایا۔ تم نے شام جب مائیک اسکے سر پہ مارا جانتے بھی ہو دو ٹانکے لگے ہیں اسے۔ بیچارہ میرا دوست۔ وہ ایک بار پھر افسردہ ہوا تھا۔

www.Novelshub.pk

مہدی کا چہرہ زرد ہونے لگا تھا۔ وہ سفید گلی کے اینٹوں والے فرش پہ ٹھہر گیا تھا۔

!!میں نے ایک آدمی کو زخمی کر دیا۔؟ اسکی آواز اسکی اپنی نہیں لگتی تھی۔ چہرے پہ ڈھیر ساری بے یقینی کے ساتھ گلٹ بھی تھا۔

خدا کی قسم میں نہیں جانتا یہ سب کیسے ہوا ہے۔ اسکے لب ہولے سے پھڑ پھڑائے تھے۔ میں تو بس... میں تو۔۔۔۔ اس نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ پھر ایک امید سے تھامس کو دیکھا۔ جو عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

میں اسکے گھر جانا چاہتا ہوں۔ معذرت۔ معاوضہ میں سب کرنے کو تیار ہوں۔ اوہ خدایا میں نے ایک آدمی کو زخمی کر دیا۔

بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ پلیز مجھے اسکے گھر لے جاؤ۔ پلیز۔ وہ منت کرنے کے انداز میں بولا تھا۔ تھامس نے گہری سانس لی۔

www.Novelshub.pk

کچھ دیر بعد وہ اس زخمی لڑکے کے گھر میں تھا۔ گھر کے چھوٹے سے لان نما جگہ پہ سفید سنگی بینچ تھی۔ جس کے درمیان نیلی میز رکھی تھی۔ زخمی لڑکا ولیم مہدی کے ساتھ سفید بینچ پہ بیٹھا تھا۔

کیا تم نے مجھے معاف کیا۔؟ دیکھو میں بس غصے میں تھا۔ ہاں میرا چیخنا چلانا ناجائز تھا۔ لیکن یہ اس نے انگلی سے لڑکے کے ماتھے کی طرف اشارہ کیا۔

میرا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا۔ ایک انسان کا خون میری وجہ سے بہے۔ میں خود کو اسکے لئے کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ وہ واقعی نادم تھا۔ اسکا لہجہ اسکی جھکی گردن آنکھوں کا گلٹ سب چیخ چیخ کر گواہی دیتے تھے۔ وہ رحم دل، اور دل انسانیت کا درد رکھنے والا انسان تھا۔

میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔ اور ویسے بھی تم نے یہ سب جان بوجھ کر تو نہیں کیا۔ ولیم نے مسکرا کر تسلی دی تھی۔ مہدی مسکرا بھی نہ سکا۔

تم اس وقت بس غصیل لگے تھے۔ میں جانتا تھا۔ تمھیں اندازہ ضرور ہوگا۔ اور اب بار بار معافی مانگ کر مجھے خدا کے سامنے بھی شرمندہ مت کرو۔ وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو مہدی کو ڈھیر سارا بوجھ اپنے کندھوں سے سرکتا محسوس ہوا۔

www.Novelshub.pk

یہ لو اسی بات پہ کافی پیو۔ تھامس نے سفید چھوٹے کپ جن پہ نیلے نقش و نگار بنے تھے۔ مہدی اور ولیم کے آگے پیش کیئے۔ آخر اس شہر میں سب کچھ نیلا اور سفید کیوں تھا۔؟

یوں لگتا تھا جیسے ایک بھول بھلیاں سی ہو۔ جس میں بس نیلا اور سفید رنگ ہو۔ لیکن یہ بھول بھلیاں بے حد خوبصورت تھی۔ اتنی کہ اس میں کھو جانے کا دل کرے۔

،، گو کہ تم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی میں ازالے کے طور پہ تمھارے ساتھ ایک اور جگہ سپیچ دوں گا۔ صرف اور صرف تمھارے یوٹیوب چینل کے لئے۔،،

گرم کافی کا کپ اٹھاتے ہوئے مہدی نے ایک اعلان کیا تھا۔

تھامس اور ولیم کی خوشی کا مانو کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اور انکو اس طرح خوش دیکھ مہدی کے دل کا بوجھ ہٹتا چلا گیا۔

اچھا مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ ہمارے یہاں ہاتھ پڑھے جاتے ہیں۔ میں تمھیں بتاؤں گا تمھارا اگلا سفر کیا ہے۔ ولیم کی بات پہ مہدی نے مسکراتے ہوئے کپ میز پہ رکھا۔ اور اپنا ہاتھ اسکے آگے کیا۔

www.Novelshub.pk

ولیم نے اسکی ہتھیلی پہ انگلی سے انگریزی حروف ایم لکھااور مٹھی بند کر دی۔ چند لمحے بعد اس نے مہدی کی مٹھی کھولی۔ وہ ہلکا سا پریشان ہوا تھا۔

تمھیں پیدا ہونے پہ کوئی اور نام دیا گیا تھا۔؟ یہ نام تمہارا بخت نہیں بتا رہا۔ سب گڈ مڈ ہے۔

مہدی ایک بار پھر مسکرایا تھا۔،،میرا پہلا نام انگریزی کے حرف اے سے شروع ہوتا ہے۔،،

لیکن اب وہ میرا نام نہیں ہے۔ اس نے زور دیا۔

ولیم کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ اس نے اب انگلی سے مہدی کی ہتھیلی پہ اے لکھا۔

،،تمہارا اگلا سفر محبت ہے۔،،

مہدی اسکی بات پہ زور سے ہنسا تھا۔ وہ دونوں یونانی بھی ہنسے تھے۔ اب وہ اسے کچھ اور بھی بتا رہا تھا مہدی دلچسپی سے سن رہا تھا۔

اسکا پہلا تاثر ایک بد مزاج مغرور، اور ظالم انسان کا تھا۔ لیکن اسکا اصل ایک نرم گفتار، ہمدرد، اور رحم دل تھا۔ کہا تھا ناں پہلے تاثر کبھی سچ نہیں ہوتے۔

www.Novelshub.pk

گوادر بلوچستان

یہ ایک چھوٹے سے کچن کا منظر ہے۔ جہاں سنک پہ ایک طرف چولہار کھا تھا۔ اور دوسرے کونے میں مرچ مسالحوں کے ڈبے۔ کچن کا فرش چپس کا تھا۔ اور دیوار میں بس تین کیبنیٹ لگے تھے۔ فرش پہ رکھی چوکی پہ اس وقت اماں بیٹھی تھیں۔

زینی آخر تم ایسی حرکتیں کیوں کرتی ہو۔؟ کیوں تم دونوں بہنیں مجھے عاجز کئے ہوئے ہو۔؟

سبزی بناتی امینہ بی بی اس وقت واقعی اپنی اولاد سے عاجز لگتی تھیں۔ زینی چپ چاپ چولہے پہ رکھی چائے کو ابلتا دیکھتی رہی۔ اس نے اماں کو نہیں دیکھا تھا۔

بشر جاگ رہا تھا اور تم نے اپنے ابا سے کہہ دیا وہ سو رہا ہے۔؟ ایک کو نج کم تھی۔ اسکی کم عقلی کو روؤں یا تمھیں روؤں؟ جانتی ہو ناں صبح کا بگڑا مزاج ہے۔ اور اب تک ٹھیک ہو کر نہیں دے رہا۔

www.Novelshub.pk

اس نے چائے نیچے اتار کر کپ میں ڈالی۔ تھوڑی سی چھلک کر پیر پہ گری تھی۔ لیکن پرواہ سے تھی۔؟ وہ تو گویا بت تھی۔ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔

اب جواب دوناں؟ یا پھر کوئی جواب ہے ہی نہیں۔ اماں کو غصہ ہی آگیا تھا۔ بلکل اپنے باپ پہ گئی ہو۔ انتقام لینے میں تو ایک منٹ نہیں لگاتیں اللہ سمجھے تمہیں۔

وہ بے زاری سے کہتی سبزی کاٹو کر اوہیں چھوڑے باہر نکل گئی تھیں۔ زینیا کپ تھامے وہیں کھڑی رہی۔ اسکی سنہری آنکھیں خاموش تھیں۔ ہاتھ میں پکڑا گرم بھاپ اڑاتا مگ اس وقت اسے کچھ فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

وہ انتقام لے کر بھی خوش کیوں نہیں تھی۔؟

وہ اپنے خیالوں میں تھی جب بشر کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ زینیا یونہی کھڑی رہی۔ وہ اندر آیا۔ اسکے ہاتھ سے چائے کا کپ لے لیا۔

www.Novelshub.pk

آدھے گھنٹے سے چائے کا کہا ہے زینی۔ کہاں غائب ہو؟ اسکا لہجہ ہلکا پھلکا تھا۔ بشر کو غصہ بہت کم آتا تھا۔ اور اگر آتا بھی تھا تو بہنوں پہ نہیں اتارا کرتا تھا۔

اماں کو بتا کیوں نہیں دیتیں۔ وہ اسکے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ نظریں زینیا کے چہرے پہ جما دیں۔ وہ سنجیدہ تھا۔ زینیا تھکی ہوئی۔

زینیا نے تھکی تھکی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

؛؛بتانے کو کیا ہے؟؛؛

؛؛یہی کہ تم نے ابا سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ بلکہ تم نے تو جو کچھ کیا انکی بھلائی کے لئے کیا۔

زینیا اسے چپ کروانا چاہتی تھی لیکن چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔؟

میں جانتا ہوں ابّا کو ڈاکٹر نے واک بتائی ہے۔ ورنہ انکا شوگر اسی طرح ہائی رہے گا۔ اور اگر شوگ ہائی رہا تو انکی ٹانگ پہ کچھ عرصہ قبل لگنے والے زخم ناسور بن سکتے ہیں۔ اب ابا واک تو کرتے نہیں ہیں

www.Novelshub.pk

پھیکی چائے ان سے پی نہیں جاتی۔ ایسے میں تم نے ان بے دخل نواب صاحب کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا ناں۔

وہ آخر میں اس طرح سے بولا تھا کہ زینیا ہنس پڑی۔ وہ ایسا ہی تھا۔ بہنوں کو ہنسانے کے لئے کافی کچھ سہہ جاتا اور کر جاتا تھا۔

ابا سے اتنا پیار کیوں کرتی ہو زینی۔؟ وہ چائے کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولا تھا۔ اسکا لہجہ سادہ تھا۔ زینیا نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

کیونکہ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتے۔ اسکے لبوں سے چند الفاظ آزاد نہ ہو سکے۔ انسان کی فطرت ہوتی ہے ادا۔ جو چیز اسکے لئے نہیں ہوتی اسی کی خواہش میں خود کو تھکا کر رکھ دیتا ہے۔ اگر ابا مجھ سے پیار کرتے ہوتے تو میں ان سے اتنی محبت نہ کرتی۔ اس نے کہا نہیں بس سوچ کر رہ گئی۔

ابا سے کون محبت نہیں کرتا۔؟ سوال کے بدلے سوال۔ بشر گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

www.Novelshub.pk

،، جانے دو میں تمھارے جیسا نہیں ہوں میرے پاس اتنا دماغ نہیں ہے،،۔ وہ باہر نکل گیا تھا۔ یہ اسکا نیٹ فلیکس ٹائم تھا۔

پیچھے زینیا اکیلی کھڑی رہ گئی تھی۔ بے چینی ایک بار پھر حد سے سوا ہونے لگی تھی۔ ابا نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔

سازشی، انتقامی، اور چالباز لڑکی کا تاثر تحلیل ہو چکا تھا۔ یہ لڑکی بس ایک عام سی بیٹی تھی۔ اپنے ابا کی محبت کے لئے کسی بھی حد تک جانے والی۔

لیکن اسکے ارد گرد اتنے دکھ کیوں رہتے تھے۔؟

www.Novelshub.pk

کمبیر محل پہ رات کا سناٹا گہرا تھا۔ خاموش اور خوف زدہ کرتا ہوا۔ قیس اس محل کے تمام باشندوں کو اکھٹا کر چکا تھا۔ اب وہ سکون سے سو سکتا تھا۔ وہ بالکنی میں کھڑا تھا۔ ایک ہاتھ میں سگار پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں موبائل۔ وہ بار بار موبائل کو دیکھتا تھا۔ شاید اسے کسی کال کا انتظار تھا۔

شب خوابی کے لباس میں ملبوس اسکی سیاہ اداس آنکھیں دور کسی عمارت پہ جمی تھیں۔ گھنگھریالے بال ماتھے پہ گر رہے تھے۔ یہی ماتھے پہ گرتے بال اس بتیس سال کے مرد کو ایک نوعمر لڑکے کا تاثر دیتے تھے۔

بالکنی کی ریلنگ سفید رنگ کی تھی۔ جس پہ مختلف نقش و نگار بنے تھے۔ کچھ دیر یونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ سلائیڈنگ ڈور دھکیلتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ یہ کمرہ کم اور سلطنت زیادہ لگتا تھا۔

دو دیواریں سرمئی اور دو گہری سیاہ۔ کمرے کے عین بیچ میں رکھا کنگ سائز بیڈ۔ جسکا تاج کسی بادشاہ کے تاج سے بھی زیادہ پر تعیش تھا۔ بائیں جانب والی دیوار میں ایک دیوار گیر کتابوں کا ریک لگا تھا۔ جس میں صرف کتابیں نہ تھیں۔ ٹرافیز اور میڈلز کا ایک انبار تھا۔ کئی ایوارڈز۔ جو شاید اسے نیشنل لیول پہ موصول

www.Novelshub.pk

ہوئے تھے۔ سرمئی دیوار میں باتھ روم اور ڈریسنگ روم کا دروازہ نصب تھا۔ دائیں جانب والی دیوار پہ چند تصاویر ٹنگی تھیں۔ قیس ان تصاویر کے سامنے آکر ٹھہر گیا تھا۔ اداس آنکھوں میں مزید کرب آن ٹھہرا۔

وہ پرانی تصاویر تھیں۔ ان تصاویر میں ایک آدمی تھا۔ ہو بہو قیس جیسا۔ وہی اٹھان، وہی رنگت، وہی نقوش لیکن اسکی آنکھیں مختلف تھیں۔ ان میں چمک اور زعم تھا۔ تھوڑا بہت غرور بھی۔

،،ماتھر ابازیاد کھناں غا،،

(میں آپ کو یاد کرتا ہوں)

وہ مرد کی تصویر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے یاسیت سے بولا تھا۔ وہ اسکا باپ تھا۔ زمان کمبیر۔ چند لمحہ اس تصویر کو دیکھتے رہنے کے بعد قیس نے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔ بہت کچھ تھا جو یاد آیا تھا۔ اور اسکا چہرہ دیکھ کر کوئی بھی بتا سکتا تھا۔ یہ یادیں خوشگوار نہیں تھیں۔

اب وہ دوسری تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ اس میں پانچ لوگ تھے۔ زمان انکی بیوی اور تین بچے۔

www.Novelshub.pk

سب سے بڑے لڑکے کے بال گھنگھریالے تھے۔ دوسرا لڑکا سیدھے بالوں والا معصوم سا تھا۔ اور تیسری لڑکی تھی۔ جسے گھنگھریالے بالوں والے لڑکے نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔

اگر آج تم زندہ ہوتے تو مہدی جتنے ہوتے۔ وہ سیدھے بالوں والے لڑکے سے کہہ رہا تھا۔ اداس مغموم مسکراہٹ۔

تم میرے بھائی تھے۔ میرا بازو میری طاقت۔ تم نے دنیا سے جانے میں بہت جلدی کر دی۔ قیس کی سیاہ آنکھیں اس وقت سرخ ہونے لگی تھیں۔ کئی سال پرانہ واقعہ یاد کر کے آج بھی دل دکھتا تھا۔ روح زخم زخم ہوتی تھی۔ اگلے کئی لمحات وہ کسی بسمل کی مانند ان تصاویروں کو دیکھ دیکھ کر اپنا دل زخمی کرتا رہا۔

اسی لمحے اسکا موبائل تھرتھرایا تھا۔ زوں زوں کی چنگھاڑتی آواز اسے اپنے حواسوں میں لائی تھی۔ اس نے موبائل ہاتھ میں لے کر اونچا کیا۔

Prisoner to be

کالنگ کے الفاظ جگمائے۔

www.Novelshub.pk

۔ قیس نے موبائل کان سے لگایا۔ آگے سے کچھ کہا گیا تھا۔ قیس نے آنکھیں بند کر لیں۔ یوں گویا الفاظ کو روح تک اتار رہا ہو۔ اس نے بات سنی کال کاٹی اور پھر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔ اب کے انداز میں عجب سرشاری تھی۔

کچھ وقت بعد وہ باہر نکلا تو سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس تھا۔ بال سلیقے سے جما رکھے تھے۔ آئینے کے سامنے ٹھہر کر اس نے پرفیوم کی شیشی اٹھائی یکدم فضا معطر ہو گئی۔ آئینے میں دیکھتے ہوئے خود پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر وہ باہر نکل گیا تھا۔ اسکی چال مسرور تھی۔ کندھے ہلکے ہر بوجھ سے خالی۔

قیسم کی شیشوں والی عمارت کے اندر اس وقت ایک ہجوم سا تھا۔ اپنے آفس کا دروازہ کھولتے ہوئے قیس اندر آیا۔ اندر کا منظر روح کھینچنے والا تھا۔

اسکی سیکریٹری، اور آفس کے چند ڈیزائنرز کونے میں کھڑے تھے۔

ولید کو چار گارڈز نے تھام رکھا تھا۔ وہ چلا رہا تھا۔ اپنے حق میں صفائی دے رہا تھا۔ اسکا چہرہ سرخ تھا۔ ہتک سے۔ غصے سے۔ قیس کو آتے دیکھ اسکا سانس بحال ہوا تھا۔ ایک جھٹکے سے خود کو آزاد کرواتے وہ آگے آیا تھا۔ دھواں دھواں ہوتے چہرے سے قیس کے قریب آ کر رکا۔

www.Novelshub.pk

قیس.. انکو بتاؤ انہیں بتاؤ کہ مجھے یہاں تم نے بھیجا تھا۔ تمہیں سمر کلیکشن کے visuals چاہیے تھے۔ ہے ناں؟ قیس بتاؤ۔ یہ لوگ مجھے وسل بلوور سمجھ رہے ہیں۔ بولو قیس بتاؤ کچھ۔

(وسل بلوور وہ شخص ہوتا ہے جس نے کسی کمپنی میں رہ کر وہاں کے راز فاش کیے ہوں۔ یا پھر جاب چھوڑ کر کسی دوسری کمپنی میں جانے پر اپنی سابقہ کمپنی کی حکمت عملی بتاتا رہا ہو۔ ایسے انسان کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ ایسے ورکر کو نوکری نہیں ملتی۔)

)کمبیر محل میں اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑے قیس کے ہاتھ میں اسکا موبائل تھا۔ کانوں میں ایئر پیس لگا رکھے تھے۔ آنکھیں دور آسمان کو تکتی تھیں۔

،،اپنے شیطانی دماغ سے کوئی آئیڈیا نکالو براق۔،، وہ فون پہ کہہ رہا تھا۔ دوسری جانب کسی کو سخت طیش آیا تھا۔

،،کیوں تمہارا ابلیسی دماغ جہنم کے گورگن کے پاس گروی ہے۔؟ جلی کٹی مردانہ آواز۔،،

www.Novelshub.pk

،،میں اپنا عظیم دماغ اس معملے میں استعمال کر کے ساری زندگی اپنے دماغ کی لعنت برداشت نہیں کر سکتا۔ ٹھنڈہ لہجہ۔،،

اور میں اپنے معضم دماغ سے لعنت کھاتا رہوں۔؟فون کے اس پار براق کا بس نہیں چلتا تھا کہ قیس کو کچا چبا لے۔

تم لعنتوں کے لئے پیدا ہوئے ہو۔یاد ہانی کروا کر فون کاٹ دیا گیا۔)

میں نے تمھیں معافی دی۔ میں نے تمھیں چانس دیا اور تم نے میرے ساتھ یہ کیا۔؟ قیس کے لہجے میں ڈھونڈنے سے بھی دکھ نہیں ملتا تھا۔ بس ایک ٹھنڈی تپش تھی۔ جس نے ولید کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا دی۔ وہ گیلی آنکھوں سے پیچھے ہو رہا تھا۔ شاک بے یقینی۔ اعتماد کی کرچیاں۔ آہ وہ کیا کچھ سمیٹے۔

دوسری منزل سے بھاری بوٹوں کی دھمک یہاں تک آتی تھی۔ ہر دھمک کے ساتھ ولید کا دل ڈوب ڈوب جاتا تھا۔

میں اپنے آفس میں اپنے باپ کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور تم کہتے ہو میں نے تمھیں آنے دیا۔؟

www.Novelshub.pk

آپ نے مجھے کال کی تھی۔ قیس۔ آپ نے کہا تھا آپ کو میری ضرورت ہے۔ ولید بس شاک کے مارے یہی کہہ سکا۔ اسکی آواز میں لرزش تھی۔

میں نے تمھیں کوئی کال نہیں کی۔ اور قیس نے سچ ہی تو کہا تھا۔

)چند منٹ قبل

وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھا تھا۔ موبائل سیٹ پہ دھرا تھا۔ اور گاڑی میں براق نامی شخص کی آواز گونج رہی تھی۔

کام ہو گیا قیس۔ وہ پرجوش تھا۔

کام کی بات پہ آؤ براق۔ تمہاری بھدی آواز میں بس اپنے فائدے کی خاطر سن سکتا ہوں۔ قدرے بےزار لاتعلق لہجہ۔ براق نے دل ہی دل میں سو گالیاں دی ہوں گی اسے۔

ہاں تو میں نے یہ کیا کہ جب ولید کام چھوڑ ریسٹ روم گیا۔ تو اسکے موبائل میں اسکے ڈرائیور کے نمبر کو قیس کے نمبر سے سیو کیا۔ اور پھر اسی نمبر سے اسے کال کی۔ بات میں نے کی۔ اسے تمھارے آفس آنے کا کہا۔

www.Novelshub.pk

بک بھی چکو۔ قیس نے اکتاہٹ سے ٹوکا۔

اچھاسنو۔ تو جب وہ تمھارے آفس گیا۔ تو اسی وقت میں نے تمھیں کچھ visuals بھیجنے کا کہا۔ تم نے بھیج دیں۔ لیکن لیکن لیکن۔ لہک لہک کر بات کرتا وہ اس وقت زہر سے بھی بدتر لگ رہا تھا۔

میں جانتا ہوں۔ ڈیزائن تم نے بھیجے۔ تم جانتے ہو ڈیزائن تم نے بھیجے۔ کمیونٹی تو نہیں جانتی ناں۔ میں نے ٹویٹ کر دی ہے۔

ہیش ٹیگ وسل بلوور۔ ساتھ ساتھ ولید کے تمھارے آفس میں داخل ہونے کی سی سی ٹی وی بھی لگا دی ہے ۔ اب کم از کم اس پورے ملک میں تو اسے کوئی اپنے ساتھ نہیں رکھے گا۔ وہ اپنی ہی بات پہ قہقہہ مار کر ہنسا تھا۔

قیس نے باقاعدہ اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے۔

میں نے اتنا گھٹیا پلان اپنی زندگی میں نہیں سنا ہے۔ میں اپنے کانوں سے معذرت خواہ ہوں۔ قیس نے ایک بار پھر کال کاٹ دی۔

www.Novelshub.pk

اب کے براق نے اسے دو سو گالیاں دی تھیں۔اور وہ بھی دل میں نہیں۔)

بوٹوں کی دھمک تھم گئی تھی۔پولیس اہلکار اب قیس کے آفس کا دروازہ کھول اندر آئے تھے۔ قیس نے ایک نظر آفیسرز کو دیکھا۔اور پھر سہمے ہوئے ولید کو۔اسکی آنکھوں میں التجا تھی۔یہ وہ وقت تھا جب فرشتہ اسے بچا سکتا تھا۔

شام تک میڈیا میں اس کے وسل بلوور ہونے کی خبر آگ کی طرح پھیل جانی چاہیے۔ قیس بے تاثر لہجے میں افسر سے کہہ رہا تھا۔

سر لیکن یہ آدمی کیس کر سکتا ہے۔ ثبوت بے حد پختہ نہیں ہیں۔ایس ایچ او نے اپنی رائے پیش کی۔

قیس مسکرایا تھا۔ایف آئی آر میں لکھو کہ میرے آفس سے لاکھوں کا کیش غائب ہے۔دو ہیرے کی انگوٹھیاں اور ایک گھڑی بھی۔اسکی بے وقوف بیوی بینک سے ساری جمع پونجی لا کر تمھارے ہاتھ پہ رکھ دے گی۔اور کوئی وکیل کسی کنگلے کا کیس نہیں لڑتا۔دھیمی سرگوشی۔افسر نے خوشی خوشی سر ہلایا تھا۔

www.Novelshub.pk

قیس مجھے بچالو۔ خدا کا واسطہ ہے مجھے بچالو۔ ولید کو گویا اب ہوش آیا تھا۔ میرے خاندان میں میرے کیس کی پیروی کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ اللہ کا واسطہ ہے بچالو قیس۔ وہ افسروں کے نرغے میں چلا رہا تھا۔ اہلکار اسے گھسیٹ کر ساتھ لے جا رہے تھے۔

قیس خدا کے لئے بچالو۔ میری بیوی ان پڑھ ہے۔ میرا کوئی نہیں ہے۔ میرے بچوں کا کوئی نہیں ہے۔ خدا کے لئے مجھے بچالو۔ ولید کو آفس کے باہر لے جایا جا رہا تھا۔

اسکی آوازیں اسکی دہائیاں کسی بھی انسان کا دل پگھلا سکتی تھیں۔ لیکن قیس شاید انسان نہیں تھا۔

آپ نے کہا تھا آپ کسی کی نوکری نہیں کھاتے۔ قیس کے عقب میں کھڑی اسکی سیکریٹری تاسف سے کہہ رہی تھی۔

قیس نہیں پلٹا۔

قیس نوکریاں نہیں کھاتا، قیس کیریئر کھاتا ہے۔ حدیبیہ کو اس سے خوف آیا تھا

ولید کی مدھم چیخیں آہ موسیقی ہی تو تھیں۔ قیس آنکھیں موندے سکون سے ان آوازوں کو سنے گیا۔

www.Novelshub.pk

اسکا پہلا تاثر ایک فرشتے کا تھا۔ اور تم نے فرشتوں کو کبھی زمین پہ نہیں دیکھا ہو گا۔

ناولز حب

گوادر بلوچستان

گوادر صوبہ بلوچستان کا ایک اہم تجارتی شہر ہے۔ سی پیک منصوبے کی وجہ سے گوادر کی اہمیت مزید بڑھ چکی ہے۔ یہ شہر اپنے طلوع وغروب آفتاب کے مناظر، شفاف سمندر اور مچھلیوں کی ایک وافر مقدار کی فراہمی کے لئے مشہور ہے۔ گوادر کئی برس قبل اومان نامی ملک کا حصہ رہا تھا۔ لیکن موجودہ دور میں یہ پاکستان کا گولڈن بوائے ہے۔

بلوچی زبان میں،، گوا،، ساحلی ہوا کو کہتے ہیں۔ اور،، در،، کے معنی دروازے کے ہیں۔ اس لحاظ سے گوادر کے لفظی معنی

www.Novelshub.pk

،،ساحلی ہوا کا دروازہ کے ہیں۔،،

حاکم نواب کے گھر میں رات کا سناٹا اتر آیا تھا۔ گرد و نواح کے گھروں سے اس پہر کوئی آواز نہیں آتی تھی۔ گاؤں کے لوگ جلدی سو جایا کرتے ہیں۔ لیکن اب کچھ گاؤں ایسے تھے۔ جن میں نوجوانوں کو موبائل فونز کی لت پڑ چکی تھی۔ ایسے میں گاؤں کے چند گھروں میں بھی آدھی رات جاگتی تھی۔ اور دن چڑھے تک سویا جاتا تھا۔

کہانی اس وقت ،،دادی،، کے کمرے میں چل رہی ہے۔ دادی۔ جو کہ عام دادی نہ تھیں۔ جنکا کام بہوؤں پہ تنقید کرنا اور اپنے پرانے زمانے کو یاد کر کر کے آہیں بھرنا ہوتا تھا۔ دادی گنج بخت مختلف تھیں۔ انکو لالی وڈ کے ہر ہیرو ہیروئن کے بیوی بچوں سے لے کر انکے چکر تک کا حساب رکھنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ لیکن شومئ قسمت کہ دادی یوٹیوب کے چند جھوٹے بلاگرز پہ اندھا یقین کرتی تھیں۔ اگر انھوں نے تھمب نیل پہ لکھ دیا کہ۔

،،دیکھئے فلاں اداکارہ کی شرم ناک حرکتیں۔ تو دادی مان لیتی تھیں کہ ویڈیو میں کوئی نہ کوئی شرم ناک منظر ضرور ہو گا۔

www.Novelshub.pk

اگر ویڈیو میں لکھا ہوتا۔ کہ دیکھئے کس طرح شاہین شاہ نے ہندوستانی اداکارہ کو محبت کا جواب محبت سے دیا۔ تو دادی مان لیتی تھیں۔ (اب یہ بات الگ ہے کہ شاہین شاہ اس اداکارہ کو جانتا تک نہیں ہو گا۔)

اس وقت دادی اپنے پلنگ پہ بیٹھی تھیں۔ نماز پڑھ کر ابھی تو فارغ ہوئی تھیں۔ دوپٹہ ابھی تک نماز کے سٹائل میں اوڑھ رکھا تھا۔ ہاتھ میں کونج کا موبائل تھا۔ اور انگلیاں یوٹیوب پہ آتی ویڈیوز آگے پیچھے کر رہی تھیں۔ دفعتاً وہ ایک جگہ رکی تھیں۔

ہمایوں سعید کی خون سے لت پت تصاویر۔ اور ویڈیو کا تھمب نیل تھا۔

ہمایوں سعید اپنی اہلیہ سمیت جان بحق۔ دادی کے مانو ہول پڑ گئے تھے۔ انہیں پڑھنا نہیں آتا تھا۔ بس تصاویر سے اندازہ لگا لیتی تھیں۔

کونجاں.. ارے اؤ کونجاں ادھر آ ذرا میری گو دی.... کونجاں... وہ زور زور سے اسے آوازیں دینے لگی تھیں۔ کونج بھی فوراً آدھمکی تھی۔ ہاتھ میں وہی زمرد اور نیلے رنگ کے جوڑے تھے۔ دادی کو بھی تو دکھانے تھے ناں۔

www.Novelshub.pk

کیا ہے یار دادی۔ ؟ آہستہ بولا کریں آپ کے ہٹلر بیٹے نے سن لیا ناں۔ یہی کہیں گے۔ میں نے انکی اماں کو خراب کیا ہے۔ وہ بولنے پہ آتی تھی تو کہاں رکتی تھی۔

اے چھوڑو ذرا اپنے پاگل باپ کو۔ یہ دیکھو یہ بیچارہ دل لگی والا ہیرو خون میں لت پت ہوا پڑا ہے۔ ارے بیچارہ۔ لا پڑھ تو سہی لکھا کیا ہے۔

بلاگر ہوں گے دادی جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے بولی تھی۔ آواز نہ جانے کیوں ہلکی ہو گئی تھی۔

تم جھوٹی ہو گی۔ یہ بچہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ شکل سے ہی دیکھو معصوم لگتا ہے۔ تمہاری تو شکل پہ لکھا ہے جھوٹی۔ وہ یوٹیوب کے چینل اونر کو اپنی پوتی پہ ترجیح دے رہی تھیں۔

دادی اپنی رو میں کہے گئیں۔ اس بات سے انجان کے کونج کے تاثرات بدل چکے تھے۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی کسی غیر مرئی نقطے پہ نظر جمائے ہوئے تھی۔ دادی نے بلاخر ویڈیو کھول لی تھی۔ ذرا دیکھیں تو ایکسیڈنٹ ہوا کیسے۔ ؟

www.Novelshub.pk

کونج نے دوپٹہ اتار کر سنگھار میز پہ رکھا۔ اور بال کھول دیے۔ اسکے بال اچھے تھے۔ نہ زیادہ گھنے نہ زیادہ پتلے بس کندھوں سے ذرا نیچے تک آتے سیدھے ریشمی بال۔

اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ عام سانولا رنگ۔ پتلی ناک۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ جنکی پلکیں مڑی ہوئی تھیں۔ بھنویں موٹی تھیں۔ غور سے دیکھنے پہ جڑی ہوئی لگتی تھیں۔ لیکن تھیں نہیں۔ لمبی گردن۔ نقش اچھے تھے خوبصورت لیکن پھر بھی وہ خوبصورت کیوں نہیں لگتی تھی۔؟

اس نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔ خشک چہرہ۔ اگر یہی ہاتھ وہ زینیا کے چہرے پہ پھیرتی تو انگلیاں گویا کسی ملائم روئی سے ٹکرائی ہوں۔ چہرے پہ ہلکے ہلکے سے دانے تھے۔ نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن ہاتھ پھیرو تو محسوس ہوتے تھے۔

لو دیکھو بھلا پچھلی بیوی نے حملہ کروایا ہے بیچارے پہ۔ دادی تاسف سے بول رہی تھیں۔ کونج نہیں سن رہی تھی۔ اسے اس وقت کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے آہستگی سے میز پہ دھرے دونوں جوڑوں کو ہاتھ میں بھرا۔

www.Novelshub.pk

اور پھر ایک جوڑے کو اپنے بائیں کندھے پہ ڈالا۔ وہ نیلا جوڑا تھا۔ دبتی رنگت مزید دب گئی۔ اسکے دل کو دھکا سا لگا تھا۔ آنکھیں نم ہوئیں۔

زمرد رنگ کا جوڑا بائیں کندھے پہ رکھا۔ اور ایک بار پھر شیشے میں خود کو دیکھا۔ رنگت میں البتہ کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ جانتی تھی۔ یہ جوڑا پہن کر بھی وہ اچھی نہیں لگے گی۔

وہ یاسیت سے خود کو آئینے میں تکتی گئی۔

دبلی پتلی لڑکی، دبتا رنگ، ۔ ڈھلکے ہوئے کندھے۔ اسی لمحے اسکا وجود آئینے سے ہٹ گیا۔ وہاں زینیا آگئی۔

اونچا قد، صاف رنگت، بھورے لمبے بال، چوڑے کندھے۔ وہ عام جوڑے میں بھی حسین لگتی تھی۔ اسے بناو سنگھار کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

آپ سہی کہتی ہیں دادی۔ میں جھوٹی ہوں۔ ہلکی شکستہ آواز۔ میں جھوٹ بول کر بھرم رکھتی ہوں۔ میں نیلے جوڑے کو چھوڑ کر زمرد رنگ رکھ لیتی ہوں۔ اس لئے نہیں کیونکہ مجھے قربانی دینے کی عادت ہے۔ بلکہ اس لئے کیونکہ میں جھوٹی ہوں۔ اگر میرا رنگ صاف ہوتا تو میں بھی اپنی پسند کے جوڑے پہنتی۔

www.Novelshub.pk

ایک آخری نظر نیلے جوڑے پہ حسرت سے ڈالتے ہوئے اس نے جوڑا کندھے سے اتار دیا تھا۔ آنکھوں میں چمک واپس آگئی تھی۔ لیکن دل کے بجھ جانا؟ کوئی اس دل کے بجھ جانے کا کیا کرے۔؟

ارے کونج آجا ادھر دل لگی والے ہیرو کا السٹا گرم (انسٹا گرام) دیکھ دے ذرا۔

دادی کی پکار پہ وہ پلٹ آئی تھی۔ دوپٹہ کندھوں پہ دوبارہ اوڑھ لیا۔ جوڑے یونہی میز پہ دھرے چھوڑ وہ اب دادی کے ساتھ پلنگ پہ بیٹھی تھی۔ ایک ہاتھ سے چھیلی ہوئی مونگ پھلیاں پھانکتی اسکی انگلیاں موبائل پہ تیز تیز حرکت کر رہی تھیں۔

صد شکر کہ ہمایوں سعید نے آخری اسٹوری چند منٹ قبل ہی اپلوڈ کی تھی۔ ورنہ دادی ضرور کل تک کراچی جا کر ہمایوں کے گھر پر سادے آتیں۔

اسکے سانولے چہرے پہ اب موبائل کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اسکا پہلا تاثر ایک بھولی بھالی، قربانیاں دینے والی، اور اپنی پسند کے جوڑے سے دستبر داری دینے والی لڑکی کا تھا۔

لیکن اسکا اصل کمپلیکسڈ، دل مارنے والی لڑکی اور لوگوں کی باتیں دل پہ لے لینے والی لڑکی کا تھا۔

www.Novelshub.pk

پہلا یا آخری تاثر چاہے جیسا بھی ہو۔ انسان کا اصل ہمیشہ اسکے ساتھ رہتا ہے۔

چند دن بعد

اسلام آباد کی یہ شام تازہ دل فریب تھی۔ آسمان پہ سرمئی بادلوں کی ٹولیاں اٹھکھیلیاں کرتی پھرتی تھیں۔ کمبیر محل پہ گویا آج رونق اتری تھی۔ اس محل کا زندہ دل شخص لوٹ آیا تھا۔ وہ جو اس محل میں مسکرانے والا واحد آدمی تھا۔ وہ جو ماضی کے غموں سے نکل کر حال میں جینے والا اس گھر کا پہلا مرد تھا۔

لان میں بچھی کرسیوں پہ اس وقت چار لوگ بیٹھے تھے۔ مہدی کمبیر، بختیار کمبیر، انیسہ کمبیر، اور مقصود کمبیر۔

www.Novelshub.pk

انیسہ صاف رنگت،ماڈلز جیسی جسامت اور خوبصورت لمبے بالوں والی لڑکی تھی۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ بھرے بھرے گال۔ وہ کافی خوبصورت تھی۔ انیسہ بختیار کمبیر۔

مقصود کمبیر ٹانگوں سے معذور تھے۔ انکے چہرے پہ ہمہ وقت سختی کے آثار رہتے تھے۔ آنکھیں برف جیسی۔ چہرے پہ ایسی سختی ہوتی کہ بات کرنے والا ہر دم گھبرائے۔ اپنے وقت کے عظیم بزنس مین تھے۔ لیکن اب دونوں ٹانگیں اور ایک ہاتھ معذور ہونے کے باعث گھر بیٹھنا انکی مجبوری تھی۔ مجبوریاں کبھی کبھی آپ کو چڑچڑا اور بدمزاج کر دیتی ہیں۔ انکے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔

بختیار البتہ مختلف تھے۔ قیس اور وہ کتابوں پہ ایک لمبی گفتگو کرتے تھے۔ کئی کئی گھنٹے ساتھ بیٹھے ماضی کو یاد کرتے تھے۔ گزرے دنوں کے قصے۔ وہ خون کی ہولی۔ جسے آج تک قیس ایک پسندیدہ فلم کی مانند یاد کئے ہوئے تھا۔ وہ روز دہرائی جاتی تھی۔

ٹرپ کیسا رہا۔؟ بختیار مہدی کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ وہ جو سادہ ٹی شرٹ اور شارٹس میں ملبوس تھا۔ دھلا دھلایا چہرہ۔ وہ اچھا لگ رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

نہ پوچھیں چچا۔ یہ ایک بہترین ٹرپ رہا۔ میں نے تین نئے ملک دیکھے اور آٹھ نئے شہر دیکھے۔ اب مکمل ہوئے پچپن ملک۔ ایک دو دن بعد بلوچستان جا رہا ہوں۔ اس نے تفصیلی جواب دیا۔ پھر مسکراتے ہوئے۔ انیسہ کو دیکھا۔

تم کیسی ہو کزن۔؟ انیسہ نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

میں ٹھیک ہوں۔ تمھیں مس کیا۔ نپے تلے ریکارڈڈ الفاظ۔ مہدی خوش ہوا تھا۔

میں تمھارے لئے بہت کچھ لایا ہوں۔ باقی سب کے گفٹس دے دیے تمھارے رہتے ہیں۔ مرے کمرے میں آؤ دکھاتا ہوں۔ وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

انیسہ بے دلی سے اٹھی تھی۔ اسکے ذہن میں انتشار سا تھا۔ ابھی وہ دونوں یہاں سے جاتے کہ کسی آواز پہ رک گئے۔ یہ قیس کی گاڑی کی آواز تھی۔ مہدی کے لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ انیسہ نے کوفت سے سر جھٹکا۔ اسے اب مزید اس محفل میں بیٹھنا پڑتا۔ اوہ نہیں۔

www.Novelshub.pk

مقصود نے اپنے عقب میں کھڑی کیئر ٹیکر کو اشارہ کیا۔ وہ انکی کرسی دھکیلنے لگی تھی۔ بختیار آپ ہی کھڑے ہو گئے۔ یکدم تناو بڑھنے لگا تھا۔ انیسہ بھی اب الٹے قدم پلٹ رہی تھی۔ گاڑی گیلے پاتھ وے سے گزر کر آئی۔ پورچ میں آکر رکی۔ ایک لمحے ایک لمحے کے لئے بھی مہدی کی مسکراہٹ اور جوش ختم نہیں ہوا تھا۔ قیس کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ وہ باہر آیا تو نظروں کی سیدھ میں کھڑے مہدی کو دیکھا۔

آنکھوں میں بہت کچھ در آیا۔ ماضی ایک بار پھر فلم کی طرح یاد آیا۔ وہ دونوں عام کزنز نہیں تھے۔ جن کے درمیان کبھی جھگڑا ہوتا تو کبھی صلح، انکے درمیان نفرت تھی۔ صرف نفرت لیکن قیس کی جانب سے، وہ مہدی سے نفرت کرتا تھا۔ یہ شخص اسکے ماں باپ اسکے سارے خاندان کی موت کا ذمہ دار تھا۔

وہ اپنی جگہ سے نہیں بڑھا۔ مہدی کو دیکھ کر اسکا دل دکھتا تھا۔ روح تک بلبلا جاتی تھی۔ لیکن وہ اسے خود سے دور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے خاندان کے ایک اور فرد کو مرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اسکے ابا نے اس سے کہا تھا۔

میں اپنا خاندان تمھارے حوالے کر رہا ہوں۔ تم بازو، زمین، اور سہارا بننا۔ خاندان جوڑنا بیٹے۔ کسی ایک کو بھی مرنے مت دینا۔

www.Novelshub.pk

یہ الفاظ، یہ باتیں یہ سب آج بھی پہلے دن کی طرح یاد تھا۔

کیسے ہو بھائی؟ وہ اسکے قریب چلا آیا تھا۔ مسکراتے ہوئے اسے گلے لگانا چاہا۔ قیس نے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے روکا تھا۔

!!کاش تم جہاز سے گر کر مر آتے، کاش تم جزیرے کے ساحل میں ڈوب جاتے، یا پھر کاش کوئی تمھیں گولیوں سے بھون جاتا۔ اللہ مجھے وہ دن دکھائے۔ وہ حقارت سے کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔ مہدی اپنی جگہ کھڑا رہا۔ ہل بھی نہ سکا۔ یہ الفاظ نئے نہیں تھے۔ لیکن دل آج بھی پہلے کی طرح دکھتا تھا۔

اسکے لبوں پہ ایک اداس مسکراہٹ بکھر گئی۔ زخمی تاثر جس نے دل کو اندر تک چیر دیا تھا۔ گلٹ، ٹراما، بے بسی سب ایک ساتھ وارد ہوا تھا۔

صرف قیس نہیں مہدی کے لئے بھی اسکا گھر بے سکونی تھا۔

www.Novelshub.pk

بلوچستان

حاکم نواب کے گھر پہ اتری شام باسی ہو کر رات میں بدل رہی تھی۔ آسمان پہ ستاروں کا غول سمٹ آیا تھا۔ گھر کے عقبی صحن میں بیٹھی زینیا دو زانو ہو کر زمین پہ بیٹھی تھی۔ اسکے سامنے سیاہ رنگ کا ایک کتا بیٹھا تھا۔ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اسکے آگے ڈالتی وہ کسی اور ہی جہاں میں تھی۔ جب کسی انسانی قدموں کی آہٹ اسے اپنے قریب محسوس ہوئی۔ یکدم دل سکڑ کر پھیلا تھا۔ وہ اس آہٹ کو پہچانتی تھی۔ مسلہ اس آہٹ سے نہیں تھا۔ مسلہ اس سے جڑی باتوں سے تھا۔

تم مجھے سلام کرنے نہیں آئیں۔؟ پر کشش مردانہ آواز اسے اپنے بے حد قریب محسوس ہوئی۔ زینیا نے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔ سنہری آنکھوں میں بے زاری سی تھی۔

میں نے آپ کو آتے نہیں دیکھا۔ نپے تلے الفاظ۔ سادہ لہجہ۔

www.Novelshub.pk

لیکن میں نے تو تمھیں مجھے دیکھتے ہوئے دیکھا تھا۔

آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔

تم مجھے نظر انداز کر رہی ہو؟ ترکی با ترکی پوچھا گیا۔

مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت بھلا؟ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اپنے سامنے کھڑے بالاج میر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسکا لہجہ ذرا سا بھی نہیں گڑبڑایا۔ بالاج مسکرا دیا اسکی مسکراہٹ دلکش تھی۔ خاندان کے وجیہ مردوں میں سے ایک۔ صاف رنگت لمبا چوڑا قد مضبوط جسامت پڑھا لکھا لڑکا۔ وہ اگر خاندان کی کسی لڑکی سے ٹھہر کر بات بھی کر لے۔ تو لڑکیاں اسے خوش قسمتی گردانتی تھیں۔

،، تمھیں کتے پسند ہیں؟،_ اس نے موضوع بدلا۔

مجھے کتوں سے نفرت ہے۔ وہ زمین کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

پھر اسے کھانا دینے کا مقصد۔؟ وہ مسلسل مسکراتے ہوئے زینیا کو دیکھ رہا تھا۔ اسکی نظر آہ اسکی نظر کسی بھی لڑکی کو غیر آرام دہ کر سکتی تھی۔ زینیا نے اعتراف کیا۔

www.Novelshub.pk

ہر بات کے پیچھے مقاصد نہیں ہوتے۔ بالاج بھائی۔

زبان قابو کرو لڑکی بھائی نہیں ہوں تمہارا۔ اسکی آواز میں ناگواری تھی۔

آنکھیں قابو میں رکھیں اپنی۔ میراث نہیں ہوں آپ کی۔ زینیا کی دھیمی آواز ہی بالاج کو بہت کچھ سمجھا اور بتا گئی تھی۔ اور کون کہتا ہے کہ حدود قائم کرنے کے لئے اونچی آواز یا جھگڑا ضروری ہوتا ہے۔

بالاج نے گہری سانس بھری۔ چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

،، کیا ہو گیا ہے زینی۔ ؟ اچھا آئی ایم سوری آؤ بیٹھ کر بات کریں۔،، اس نے قریب رکھی چارپائی کی جانب اشارہ کیا۔ زینیا نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اور دوسری نظر اس نے ذرا فاصلے پہ بظاہر کال پہ بات کرتے ابا کو دیکھا۔ وہ اسی طرف دیکھ رہے تھے کال بس ایک بہانہ تھا۔

انکے خاندان میں یوں کزنز سے بات چیت کرنا برا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ابا برا کیوں نہیں منا رہے تھے۔ ؟ اسے تعجب نہیں ہوا۔

www.Novelshub.pk

،، آپ بیٹھیں مہمان ہیں۔ میں چائے لاتی ہوں۔ وہ دھیمی پڑ گئی تھی۔ ابا کے خاندان میں صرف چند گھر ہی تھے۔ جو ان سے ملنے آتے تھے۔ بالاج انکا بھتیجا تھا۔ انکا انکی بہن کا بیٹا۔ وہ بہن جو کئی سال بعد اب دوبارہ تعلق جوڑنے آئی تھی۔ وہ بیٹا جس میں داماد نظر آتا تھا۔ اسے ناراض کرنا مطلب ابا کو ناراض کرنا۔ اور زینیا حاکم ابا کو کم از کم اس زندگی میں ناراض نہیں کر سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد بالاج چارپائی پہ بیٹھا تھا۔ اور زینیا سامنے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ بالاج اپنی یونیورسٹی کا کوئی قصہ سنا رہا تھا۔ زینیا مسکراتے ہوئے سن رہی تھی۔

وہ برا نہیں تھا بس اسے اچھا بننا نہیں آتا تھا۔

تمھیں پتہ ہے زینی میں کچھ عرصہ بعد سعودی عرب جا رہا ہوں۔ ایک کمپنی ہے اس میں جاب کے لئے اپلائی کیا ہے۔ بہت جلد جواب آنے والا ہے۔

زینیا اسکی بات سنتے ہوئے ساتھ والے گھر کے درخت کو دیکھ رہی تھی۔ جسکی آدھی شاخیں انکے گھر میں آتی تھیں۔ اس درخت پہ ایک گھونسلہ تھا۔ کوئی سانپ تھا شاید جسے دیکھ کر چڑیوں نے شور مچا دیا تھا۔

www.Novelshub.pk

اور اگر جواب نہ آیا تو؟ میرا مطلب ہے آپشنز تو ہوں گے ناں۔؟ بالاج کی مسکراہٹ اس بات پہ غائب ہوئی تھی۔ اب وہ ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ زینیا سمجھ گئی کہ اسے کچھ برا لگا ہے۔

برا مت مناؤ بالاج۔ ہم بچے نہیں ہیں جو ایک دوسرے کو تسلیاں دیں۔ انسان کے پاس سیکنڈ آپشن ہمیشہ ہونا چاہیے۔ آپ کو سوچنا چاہیے اگر جاب نہ ہو سکی تب آپ کیا کریں گے۔؟

بالاج کے تاثرات اب کے نرم پڑے تھے۔

اصل میں، میں نے سوچ رکھا ہے۔ بالاج اب کہنے لگا تھا۔ میرا ایک دوست ہے۔ میرے ساتھ لاہور میں پڑھتا تھا۔ دو سال پہلے وہ سعودی چلا گیا تھا۔ اچھا خاصا کاروبار ہے اسکا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔ لیکن اس نے مجھ سے دس لاکھ کا کہا ہے۔ وہ بولتے بولتے رکا تھا۔ ایک نظر غور سے اسکو دیکھتی زینیا کو دیکھا۔

،، تم تو جانتی ہو ابا نے ہماری ساری جائیداد اڑا دی۔ نشے اور جوے کی لت۔ اماں اپنا حصہ بھائیوں سے پہلے ہی لے چکی ہیں۔ ایسے میں، بہت پریشان ہوں میں۔

www.Novelshub.pk

اور یہاں اس مقام پہ زینیا حاکم کو کڑیاں ملانے میں ایک منٹ نہیں لگا تھا۔ ابا کے بیس لاکھ۔ دونوں بہنوں کا جہیز۔ اوہ خدایا وہ اتنی چالاک کیوں تھی۔؟ کیوں اسکا دماغ اتنا تیز کام کرتا تھا۔؟ کیوں اس نے دھوکہ کھانا نہیں سیکھا تھا۔؟ وہ ان لوگوں میں سے تھی جنکو دھوکہ ملنے سے پہلے ہی وجدان ملا کرتا تھا۔ وہ جن کے لئے انکی عقل عذاب تھی۔

یکدم چڑیوں کا شور اس حد تک بڑھ گیا کہ زینیا کو اپنے دماغ کی رگیں دکھتی محسوس ہوئیں۔

،،تم کچھ کہو گی نہیں۔؟،،

بالاج نے امید سے اسے دیکھا۔ زینیا کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ چڑیوں کا شور کانوں میں بے سرے ساز کی طرح بج رہا تھا۔

،،جو آپ چاہتے ہیں۔ اور جو آپ کی اماں چاہتی ہیں وہ ہو گا نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔،، نہ چاہتے ہوئے بھی اسکے لہجے میں تپش در آئی تھی۔ بالاج کو کوئی فرق نہیں پڑا وہ مسکرایا تھا۔

www.Novelshub.pk

،،زینیا میں تو تمہاری مشکلات آسان کر رہا ہوں۔ ہماری شادی تمہارے ابا کی مصیبت ختم کر دے گی۔ اور جسکا انتظار تم کر رہی ہو وہ نہیں آئے گا،،

اسکی آخری بات اسکی آخری بات پہ زینیا کے دل کو دھکا لگا تھا۔ دل کے زخم تازہ ہوئے تھے۔ اسے بے اختیار ہتک محسوس ہوئی تھی۔ یا پھر شاید دل دکھا تھا۔ اور اگر دل دکھا تھا تو بہت بری طرح دکھا تھا۔

دیوار سے لگی کمر دکھ رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ شدت سے جی چاہا تھا بیٹھ جائے۔ گر جائے۔

بالاج کہہ رہا تھا۔

،،ہم بچے نہیں ہیں زینیا جو ایک دوسرے کو تسلی دیں۔ انسان کے پاس ہمیشہ دوسرا آپشن ہونا چاہیے۔،، وہ کہاں کس انداز میں زینیا کو اسکے الفاظ لوٹا رہا تھا۔ کاش وہ اسکا منہ نوچ لیتی۔

عبداللہ نہیں آئے گا۔ بالاج کی ایک بات اور زینیا کو اپنا دل خالی ہوتا محسوس ہوا۔ درخت پہ بیٹھی چڑیں خاموش ہو گئی تھیں۔ شانت بلکل چپ شاید ماتم کرنے کا کوئی الگ انداز۔ سکوت سا سکوت تھا۔

دیوار سے لگی کمر بے حد تھک رہی تھی۔ عبداللہ اسے تھکا رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

عبداللہ آئے گا۔ اسکے لبوں سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔ آنکھیں بری طرح جلنے لگی تھیں۔ وہ نہیں روئے گی یہ تو طے تھا۔ لیکن اسے رونا آئے گا یہ بھی قدرت تھی۔

،،وہ نہیں آئے گا زینیا۔ اور میں تمہارا دل نہیں دکھا رہا میں جانتا ہوں۔ تم اس حقیقت کو تسلیم کرلو گی۔ تم بہت مضبوط ہو،، تسلی دینے کے انداز میں کہتا وہ چند پل اسکے سامنے کھڑا رہا پھر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

،،میں مضبوط ہوں۔ اس دہر آیا۔ زبان کہہ رہی تھی۔ دل ساتھ نہیں دیتا تھا۔

،،میں مضبوط ہوں۔،، اس نے ایک نار پھر دہر آیا۔ اور بلکل سیدھی کھڑی ہوگئی۔ بغیر کسی دیوار کے سہارے کے۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ دل زخمی۔ لیکن وہ کھڑی تھی مضبوطی سے۔

میں مضبوط ہوں۔ اب کی بار دہراتے ہوئے بے بسی سی تھی۔

وہ اتنی مضبوط تھی کہ اسے دیکھ کر ترس آتا تھا۔

www.Novelshub.pk

اسلام آباد

ہیلو نائٹ میئر(night mare

قیس کے کمرے کے دروازے پہ کھڑا مہدی مسکرا کر کہہ رہا تھا۔بیڈ پہ نیم دراز قیس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ایک طرف رکھی۔ سیاہ آنکھیں اب نہ غصے میں تھی نہ تکلیف زدہ۔ وہ نارمل تھا۔ٹی شرٹ کے ساتھ آرام دہ ٹراؤزر پہنے وہ رف سے حلیے میں تھا۔ لیکن اچھا لگ رہا تھا۔

،،میں نے سوچا اب تک تم میری یہاں موجودگی کو قبول کر چکے ہو گے۔ اس لئے میں ایک بار پھر چلا آیا ۔،،

ہاتھ میں مختلف شاپنگ بیگز تھامے وہ اندر آرہا تھا۔ سبز آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ قیس اسے خاموشی سے اپنے قریب آتا دیکھتا رہا۔ اب کے وہ واقعی اسکی موجودگی قبول کر چکا تھا۔ مہدی بیڈ کے ایک کونے پہ ٹک گیا۔ہاتھ کی بند مٹھی قیس کی جانب بڑھائی۔ قیس سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

،،ہیلو نائٹ میئر،،

www.Novelshub.pk

،،ہیلو green wound،،

دونوں کی مٹھی ایک ساتھ ٹکرائی تھی۔ قیس سیدھا ہو کر بیٹھا۔نرم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

،،کچھ دیر قبل جو کچھ تم نے کہا میں اسے تمہارا ذہنی عارضہ سمجھوں گا۔،، مہدی نے اسکی بات کو ہوا میں اڑایا۔

حلانکہ تمھیں مان لینا چاہیے کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ تم ایک سبز قدم انسان ہو۔ میرے خاندان کے قاتل اور مجھے اس حال تک پہنچانے والے۔ ٹھنڈہ برف جیسا لہجہ تھا اسکا۔

،،ہر چار گھنٹے میں ایک کال اور ہر دو گھنٹے میں ایک میسج کر کے یہ معلوم کرنا کہ مہدی زندہ تو ہے ناں۔ اسے پھر کیا سمجھوں میں۔؟،، مہدی سنجیدہ تھا۔

غلط فہمی۔ قیس نے دو لفظی جواب دیا۔ مہدی نے خود کو پھینکنے کے انداز میں بیڈ پہ گرا دیا۔

میں نے تمھیں بہت مس کیا نائٹ میئر۔اب کے اسکی آواز ہلکی تھی۔ آنکھیں چھت پہ ٹکی تھیں۔

www.Novelshub.pk

،،یقین کرو میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ قیس نے کندھے اچکائے۔،،بلکہ کیا پتہ میں نے تمھیں مارنے کو آدمی بھی بھیجے ہوں۔ لیکن تمہاری سبز قدمی انکو کھا گئی ہو۔،،

ایک لمحے کے لئے وہ سانس نہیں لے سکا۔

مہدی کے ذہن میں یکدم ایک جھماکا سا ہوا تھا۔ رات کا آخری پہر، سفید گھر، معکب عمارتیں، زرد بتیاں ،اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

تم مجھے مار نہیں سکتے۔ تم اپنے خاندان میں کسی کو بھی نہیں مار سکتے نائٹ میئر۔ مہدی کی آواز کہیں دور سے آتی تھی۔

،،تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں مار نہیں سکتا۔ لیکن میں مروا تو سکتا ہوں ناں۔ جانے وہ کیوں بضد تھا۔

مہدی کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ دل بھاری سا ہونے لگا تھا۔ اس نے ایک نظر قیس کو دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے مہدی نے سر جھٹکا تھا۔

www.Novelshub.pk

،،تم مجھے مار نہیں سکتے،، اس نے گویا یقین دلوایا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنے سامنے رکھے شاپنگ بیگز قیس کے سامنے اٹھا کر رکھے۔

یہ تمھارے لئے لایا ہوں۔

قیس نے ایک نظر بیگز کو دیکھا پھر اسے اور پھر بیگ میں ہاتھ ڈال کر سامان باہر نکالا۔

کف لنکس، ایک اور کف لنکس اور پھر ایک اور کف لنکس۔ تینوں چھوٹے چھوٹے شاپنگ بیگز میں لاکھوں کی مالیت والے کف لنکس تھے۔ قیس کو کف لنکس پسند تھے۔ حد سے زیادہ پسند۔ اسے یہ کف لنکس لگانا پسند نہیں تھا۔ وہ بس انہیں جمع کرنے کا شوقین تھا۔

اب کے مہدی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر چند سکے برآمد کیئے تھے۔ مختلف ملکوں کے سکے۔ قیس اب مسکرایا تھا۔ یہ اسکا دوسرا شوق تھا۔ مختلف ممالک کی کرنسیز جمع کرنا۔ مہدی جب بھی کسی نئے ملک جاتا وہاں کی کرنسی ضرور ساتھ لاتا۔ قیس کی ہتھیلی پہ سکے رکھتے ہوئے اسکا ہاتھ قیس کے ساتھ سے ٹکرآیا تھا۔ قیس کو یوں لگا جیسے کسی انگارے نے اسے چھولیا ہو۔ مہدی کا جسم تپ رہا تھا۔ سکے چھوڑ چھاڑ قیس فورا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

www.Novelshub.pk

!!کیا تم بیمار ہو؟ بخار ہے تمھیں۔؟ وہ پریشانی سے اسکی پیشانی چھو کر دیکھ رہا تھا۔ اوہ خدایا مہدی تم نے بتایا کیوں نہیں۔؟ وہ مہدی کا ماتھا چھو کر دیکھ رہا تھا۔ تو کبھی گردن۔ یکدم اسکا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ یہ قیس کا خاندان تھا۔ اور یہاں ہلکا بخار اور زکام بھی نہ قابل قبول تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں مہدی کے کمرے میں تھے۔ یہ کمرہ قیس کے کمرے سے مختلف تھا۔ بے حد مختلف۔ ابھری اینٹوں والی دیواریں۔ جن پہ گہرے رنگ کا پینٹ تھا۔ دائیں جانب والی دیوار پہ مہدی کی تصاویر ٹنگی تھیں۔ پچپن ملکوں کی مختلف جگہوں پہ سیاحت کے مزے لوٹتا مہدی۔

بائیں جانب والی دیوار کے ساتھ ایک اسٹائلش ریک تھا۔ جن پہ چند میڈلز، فریم شدہ تصاویر یا پھر مختلف ملکوں سے لائی جانے والی نوادرات رکھی تھیں۔ اسی دیوار کے اختتام پہ کلازٹ کا دروازہ تھا۔ جسکا دورہ ہم فلحال ملتوی کیے دیتے ہیں۔ کمرے کے بیچ و بیچ زمین کی طرف جھکا ہوا بیڈ تھا۔ جس کے تاج کے اوپر مختلف پینٹنگز ٹنگی تھیں۔ سامنے والی دیوار پہ دیوار گیر ٹی وی۔ اور ٹی وی کے عین سامنے اخباروں کے کور والا صوفہ۔ کمرے کی سیلنگ پہ چاروں اور فیری لائٹس لگی تھیں۔ جنکی ہلکی نیلی روشنی کمرے کی رونق بڑھائے ہوئے تھی۔

www.Novelshub.pk

مہدی اپنے بیڈ پہ لیٹا تھا۔لحاف سینے تک اوڑھ رکھا تھا۔ گال بخار کی حدت سے تپ رہے تھے۔ قیس اسکے سامنے کھڑا تھا۔ تفتیشی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا۔

تمہارا بخار کتنا پرانا ہے۔؟

شاید ایک ڈیڑھ ہفتہ ہوا ہے۔ سینٹورینی میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ موسمی زکام بخار سب کو ہی تھا۔

قیس نے ہاتھ میں پکڑی چند ٹیبلٹس کو ایک نظر دیکھا۔اور پھر پھینکنے کے انداز میں اسکے سینے پہ دے ماریں ۔ مہدی نے نقاہت سے آنکھیں بند کیں۔

،،انہیں کھالو، صبح تک تم مجھے فٹ چاہیے ہو۔ آئی سمجھ۔؟مر نہیں سکتے تم۔ تو ثابت ہوا کہ خاندان میں کسی کی موت قیس کا خوف تھا۔وہ جتنا خود کو بے زار ظاہر کر رہا تھا۔ اتنا تھا نہیں۔

مہدی نے زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔

www.Novelshub.pk

،، میں ایک ہفتے سے دوائی کھا رہا ہوں۔ کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ شاید ملیریا ہے۔ کہتے ساتھ وہ کراہا تھا۔ بخار سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ کندھے بھاری ہو رہے تھے۔ اسکی سرخ آنکھیں اب جل رہی تھیں۔ قیس یونہی کھڑا رہا ۔بے تاثر سرد چہرہ لئے۔ البتہ دل ایک ہزار بار ڈوب ڈوب رہا تھا۔

اگلے چھ ماہ تک تم ملک سے باہر نہیں جا رہے۔ قیس کے اعلان پہ مہدی بھونچکارہ گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نقاہت آڑے آگئی۔

مہدی کا سوٹ کیس بیڈ کے ایک کونے پہ کھلا پڑا تھا۔ قیس اب اسکے سامان الٹ پلٹ رہا تھا۔ اسکے چہرے پہ کچھ تھا۔ غیر آرام دہ سا۔

تم ایسا نہیں کر سکتے قیس۔ پاگل ہو گئے ہو کیا۔ میں ٹریولر آدمی ہوں۔ گھر میں کیسے رہ سکتا ہوں۔ حیرانی سی حیرانی تھی۔ یہ الفاظ حضم کرنا مشکل تھا۔

،، میرے ایئر پوڈز کہاں ہیں۔؟ قیس اسکی سنے بغیر بولا تھا۔ مہدی کے کپڑے مختلف سامان اب فرش پہ بکھرا پڑا تھا۔ سامان میں آدھے سے زیادہ گھڑیاں تھیں۔ مختلف برانڈز کی مہنگی گھڑیاں۔

www.Novelshub.pk

مس پلیس ہوگئے ہوں گے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹال رہا ہے۔ ایئرپوڈز کے نام پہ مہدی کو وہ سیاہ رات یاد آگئی تھی۔

تم کب سے چیزیں مس پلیس کرنے لگے۔؟ صاف صاف بتاؤ گرین وونڈ تم کیا چھپا رہے ہو۔؟ اگر میں نے پتہ لگالیا تو تم جانتے ہو میں کیا کروں گا۔

مہدی نے گہری سانس بھری۔

،،ہاں مان لیا تم 155 + آئی کیو کے مالک ہو۔ مانا تمہاری میموری فوٹو گرافک ہے۔ تم دنیا کے زہین انسانوں میں سے ہو۔ لیکن مسٹر قیس کمبیر صاحب۔ ہر بات میں شک اور ہر معملے میں ٹیڑھ ڈھونڈنا چھوڑ دو پلیز۔ میں سونا چاہتا ہوں جاؤ پلیز۔

لحاف اپنے اوپر ڈالتے ہوئے اسکا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسکے سامنے قیس تھا۔ وہ آدمی نہیں تھا۔ ایکسرے مشین تھا۔ وہ آپ کا چہرہ دیکھ کر کئی منٹ قبل ہونے والا واقعہ بھی بتا سکتا تھا۔ اسے ڈاج دینا دنیا کا سب سے مشکل کام تھا۔

www.Novelshub.pk

مہدی لحاف اوڑھے لیٹ گیا تھا۔ آنکھیں میچ رکھی تھیں۔ قیس چند لمحے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کچھ ہے جو چھپایا جارہا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کم از کم مہدی اسے یہ بات نہیں بتائے گا۔

میں جانتا ہوں تم سوئے نہیں۔ قیس نے ہانک لگائی۔

مجھے فرق نہیں پڑتا تم کہاں تھے کیا کیا کیوں کیا۔ میں تمھیں کسی بھی ملک بھیجتا ہوں تو زندہ بھیجتا ہوں۔ تم مجھے واپسی پہ بھی زندہ چاہیے ہو۔ اگر تم مرے تو میں تمھیں مار دوں گا مہدی۔ آخری الفاظوں میں ایسی سفاکی تھی کہ لمحے بھر کو کوئی بھی کانپ جائے۔

وہ کہہ کر رکا نہیں۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ پیچھے مہدی نے دھیرے سے لحاف سرکایا تھا۔

اسکی آنکھوں میں وہ سیاہ رات ایک بار پھر گھوم گئی۔ اگر وہ صرف ایک رات ہوتی تو فرق نہیں پڑتا تھا۔ لیکن وہ تعاقب کرا ایک بار پھر آیا تھا۔ اور مہدی اب یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ کب کب آیا تھا۔ لحاف واپس اوڑھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے سونا تھا۔ لمبی گہری نیند سونا تھا۔

www.Novelshub.pk

بلوچستان

شام کے نیلے سائے پھیل کر سیاہ ہونے لگے تھے۔ حاکم نواب کے گھر میں اپنے کمرے میں موجود زینیا بے چینی سے یہاں سے وہاں ٹہل رہی تھی۔ چند دن بس چند دن بعد ہی تو اسلام آباد سے ایک سیاحتی گروپ اسکے شہر آرہا تھا۔ اسے ابا کی اجازت نہیں چاہیے تھی۔ اسے بس کسی طرح اس گھر سے نکلنا تھا۔ زینیا کے پاس ہمیشہ چور دروازے ہوتے ہیں۔ پلنگ پہ نیم دراز کونج اپنے موبائل پہ کچھ دیکھ رہی تھی۔ یہ موبائل ہی تو اسکی کل متاع تھا۔ اور یہ پلنگ اسکا سگنل زون۔ ہر گھر میں ایک ایسا کونہ ضرور ہوتا ہے۔ جہاں آپ کا انٹرنیٹ تیز چلتا ہے۔ پلنگ کا دایاں حصہ اس گھر کا وہی کونہ تھا۔ اسپیکر سے کسی کی بھاری مردانہ آواز گونج رہی تھی۔

www.Novelshub.pk

،، قیس آپ اس ملک کے مشہور ڈیزائنر ہیں۔ عورتیں آپ کے بنائے کپڑوں کو پہننا اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں۔ مرد آپ کے برانڈ کو ایک لیول سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ خود صرف اور صرف مردوں کے کپڑے ڈیزائن کرتے ہیں۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ ایک

misogynist ,self centered ,anti feminist

آدمی ہیں۔ آپ کے پاس کوئی وضاحت ہے۔؟ کیوں آپ عورتوں کو اتنا کمتر سمجھتے ہیں کہ آپ انکے کپڑے تک ڈیزائن نہیں کرتے۔؟،،

اگر کونج کے موبائل میں جھانک کر دیکھو تو گھنگریالے بالوں والا قیس ایک سٹوڈیو میں بیٹھا تھا۔ سفید ریکلائنز اور درمیان میں رکھی شیشے کی میز۔ آس پاس کی دیواریں سبز تھیں۔ ہوسٹ کی بات پہ اس نے گہری سانس لی تھی۔

،، لوگوں کا کام تو کہنا ہے۔ میں انکی باتیں نہیں سنتا۔ رہی بات عورتوں کو کمتر سمجھنے کی۔ تو شاید ایسا ہو کہ میں عورتوں کو کمتر نہیں بلکہ اتنا

www.Novelshub.pk

قابل احترام، مقدس، اور نفیس سمجھتا ہوں۔؟ کیا پتہ میں انکے کپڑے اس لئے ڈیزائن نہیں کرتا کیونکہ مجھے نہیں لگتا میں اس لائق ہوں۔؟ وہ ہوسٹ کی آنکھوں میں دیکھتا کس خود اعتمادی سے کہہ رہا تھا۔،،

وہ چند لمحوں کے لئے خود کو دیکھنے پہ مجبور کر سکتا تھا۔

دیکھا زینی خوامخواہ لوگ اس بیچارے کے پیچھے پڑے تھے۔ کونج نے اسکی بات پہ سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ بیچارے کو پتہ نہیں کیا کیا کہہ ڈالا۔ کیسا جواب دیا اس نے۔ لوگوں کی بولتی بند ہو جائے گی اب۔ وہ چہک رہی تھی۔

،،اس نے جواب نہیں دیا کونج اس نے سوال کے بدلے سوال کیا ہے۔ اس نے تردید نہیں کی۔ لیکن اس نے تائید بھی نہیں کی۔ بے وقوف لڑکی وہ بات کو اپنے کورٹ میں کر گیا۔ اور تم لوگ سمجھے ہی نہیں۔ زینیا کے لمبے تبصرے پہ کونج کا چہرہ بجھ گیا۔ سر جھٹک کر وہ ایک بار پھر موبائل کی طرف چہرہ موڑ گئی۔،،

زینیا بھی اپنے موبائل پہ ٹائپ کر رہی تھی۔ وہ مثبت جواب دے رہی تھی۔ اسے اب کسی سوچ و بچار کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جائے گی۔ ضرور جائے گی۔

www.Novelshub.pk

پورے ملک میں شاید ہی کوئی شہر ایسا ہو جہاں آپ کے بوتیک چین نہ پھیلی ہو۔ جہاں آپ کا فیشن ہاؤس نہ ہو۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری میں آپ کا ایک نام ہے۔ برانڈ ہے۔ ناظرین شاید جانتے نہیں اس لئے ہم بتادیں۔ قیس کمبیر دو عدد ٹیکسٹائل ملز کے مالک بھی ہیں۔ اور انکے شراکت دار ہیں۔ براق حنیف۔ بیز کلیکشن کے اونر۔،،

سوال کی طرف آئیں ہوسٹ صاحب۔ قیس کے شائستگی سے ٹوکنے پہ ہوسٹ کی چلتی زبان رکی تھی۔

،،سوال یہ ہے قیس کہ آپ کی ٹیکسٹائل ملز اور آپ کے باقی سارے فیشن ہاؤسز میں عورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ لیکن قیسم کی مین برانچ میں چند گنی چنی خواتین کے علاوہ کیوں کوئی عورت کام نہیں کرتی۔؟ اس بات سے ہی آپ پہ ایک

Misogynist

ہونے کا الزام لگتا ہے۔ کیا آپ کلئیر کریں گے۔؟

قیس مسکرایا تھا۔ میں اسے شاید ایک اتفاق کہوں۔ ایک بے حد برا اتفاق۔

www.Novelshub.pk

زینیا نے اس ابھرتی آواز پہ سر کو استہزائیہ انداز میں جھٹکا تھا۔

،،اب یہ آدمی تین چار مزید باتوں کا جواب اسی طرح گھما پھرا کر دے گا۔ تا کہ لوگ یقین کر لیں کہ وہ باتیں گھما نہیں رہا بلکہ یہی اسکا پیٹرن ہے۔ وہ ایک بار پھر موبائل پہ تیز تیز ٹائپ کرنے لگی تھی۔،،

کوفت زدہ بے زار چہرہ۔ آدم بے زار۔

کونج نے اب کے زینیا کو نہیں دیکھا وہ سکرین کو تکنے گئی۔،،چند مزید باتوں کے جواب بھی وہ اسی طرح دیتا رہا۔ گھما پھرا کر۔ الفاظوں کو جیسا چاہا موڑ دیا۔ جہاں چاہا چند ہیرے موتی لگا کر مزید خوبصورت پیش کر دیا۔ جہاں چاہا کپڑے کی مانند کتر دیا۔

،، قیس کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ وہ بس باتوں کو اپنی مرضی کا مطلب دیتا تھا۔،،

اگلے چند سال بعد آپ خود کو کہاں دیکھتے ہیں۔ ؟ہوسٹ کے سوال پہ وہ چند پل کے لئے کچھ نہیں کہہ سکا۔ زینیا کے ٹائپ کرتے ہاتھ بھی تھم گئے تھے۔ یہ ایک عجیب لمحہ تھا۔ یہ لمحہ قیس کے لئے نہیں تھا۔ یہ لمحہ زینیا کے لئے بھی تھا۔ اگر سننا چاہو تو یہ لمحہ تمھارے لئے بھی ہے۔

www.Novelshub.pk

چند پل خاموشی، قیس نے مسکرا کر کیمرے کو دیکھا، زینیا نے آسودگی سے آنکھیں موند لیں، چند لمحے بیتے چند ساعتیں گزریں اور پھر دونوں نے بیک وقت، ایک ہی طرح کی توانائی سے ایک ہی جیسا جواب دیا تھا۔

،،بلندیوں کی سمت، کیونکہ مجھے اسی لئے بنایا گیا ہے،،

یہ جواب صرف قیس کی جانب سے نہیں تھا۔ زینیا بھی آنکھیں بند کر کے یہی بڑبڑائی تھی۔ کیا تم نے یہ نہیں دہرایا۔؟

کونج بے اختیار چونکی تھی۔ اور پلنگ پہ سیدھی ہو بیٹھی۔ چونکی تو زینیا خود بھی تھی۔

،،زینی تم نے یہ انٹرویو دیکھ رکھا تھا۔؟؟ جھوٹ مت بولنا مجھ سے۔

زینیا نے ایک نظر کونج کو دیکھا۔ اور پھر انسٹاگرام پہ اپنے بائیو کے آپشن کو۔ وہ اپنے اکاؤنٹ کی سیٹنگ کر رہی تھی۔ اسے بے اختیار خفت محسوس ہوئی۔

میں نے نہیں سن رکھا۔ میں تو اس آدمی کو بھی نہیں جانتی۔ وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔ اسکے چہرے پہ ہلکی سی حیرانی بھی تھی۔

ناولز جب

www.Novelshub.pk

تو پھر تمھیں کیسے پتہ یہ کیا کہنے والا تھا۔؟ کونج بات کی تہہ تک پہنچے بغیر کیسے خاموش ہو جاتی۔ زینیا بار بار کچھ ٹائپ کرتی اور پھر الجھ کر مٹا دیتی۔ لمبی سفید انگلیاں بے چین تھیں۔

،، آئی ڈونٹ نو

،،It just happened

کونج خاموش ہو گئی تھی۔ زینیا کی انگلیاں حرکت میں آگئیں۔ نہ جانے کیوں کس خیال کے تحت اس نے بائیو میں لکھ ڈالا۔

،،بلندیوں کی سمت، کیونکہ مجھے اسی لئے بنایا گیا ہے،،

www.Novelshub.pk

کمبیر محل میں سناٹا تھا۔ سارے لوگ شاید سونے چلے گئے تھے۔ ایسے میں دوسری منزل کی راہ داریوں میں کوئی ہیولہ ساچلتا دکھائی دے رہا تھا۔ سلک کے نیلے شب خوابی کے لباس میں ملبوس گھنگریالے بالوں والے مرد نے فون کان سے لگا رکھا تھا۔ دوسری جانب اسکی سیکریٹری تھی۔

،،حدیبیہ نواز،،

میں نے پورا انٹرویو سنا ہے سر۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس میں کوئی کانٹروررشل بات ہے۔ بلکہ میں تو بے حد خوش ہوں عورتوں کے متعلق آپ کی رائے۔

،،میری رائے عورتوں کے بارے میں آج بھی وہی ہے۔ عورتیں ایک نخرے باز، کم عقل، اور ڈرامے باز مخلوق ہوتی ہیں۔ جنکو اگر کام پہ رکھو تو آئے دن نئے بہانے ساتھ لاتی ہیں۔ ان پہ لگا،،نازک،، کا اسٹیکر انھیں کام کرنے نہیں دیتا۔

وہ کہتے ہوئے راہداریوں میں مڑتا جا رہا تھا۔ سلک کا لباس ساتھ ساتھ لہرا رہا تھا۔ ماتھے پہ شکن۔ انداز میں نا گواری تھی۔

www.Novelshub.pk

پھر آپ نے انٹرویو میں جو کچھ کہا کیا وہ جھوٹ تھا۔؟ حدیبیہ کو صدمہ ہی تو لگا تھا۔

،، قیس کبھی جھوٹ نہیں بولتا، قیس باتوں کو اپنی مرضی کے رنگ دیتا ہے۔،،

اگر آپ کو عورتوں سے اتنی نفرت ہے تو پھر آپ نے مجھے نوکری پہ کیوں رکھا۔؟ حدیبیہ خفا تھی۔

تمھیں تمھارے مردانہ نقوش کی وجہ سے رکھا ہے۔ حدیبیہ کم حبیب زیادہ لگتی ہو۔ اس نے کہتے ساتھ کال کاٹ دی تھی۔ یقیناً حدیبیہ اب اگلے چار روز ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر اپنی خوب صورتی کے چرچے کروائے گی۔ راہداریوں میں گزرتے ہوئے قیس ایک جگہ رکا تھا۔ وہ مہدی کے کمرے کا دروازہ تھا۔ ایک گہری سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے اس نے لکڑی کا بھاری دروازہ دھکیلا تھا۔

کمرہ اے سی کی ٹھنڈک سے یخ ہو رہا تھا۔ قیس نے بے اختیار جھرجھری لی تھی۔ نیلی روشنی میں اس نے بیڈ کی سمت دیکھا۔ مہدی اوندھے منہ بیڈ پہ لیٹا تھا۔ قیس قدم قدم چلتا آگے آیا تھا۔ بیڈ کے قریب پہنچ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اے سی کا ریموٹ اٹھایا۔ بٹن دبا کر ٹھنڈک کم کی۔ اب کے اس نے بیڈ پہ پڑی ٹیبلیٹس دیکھیں۔ وہ ثابت تھیں۔ ان میں سے ایک گولی بھی نہیں کھائی گئی تھی۔ یکدم قیس نے اپنے ماتھے کو چھوا۔ پھر جھک کر نیلی روشنی میں نیلے پڑتے مہدی کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر دیکھا۔

www.Novelshub.pk

اسکا ماتھا ٹھنڈہ تھا۔ برف جیسا۔ قیس نے اسے سیدھا کر کے لٹایا۔ پھر گھٹنے کے بل اسکا قریب آکر بیٹھا۔ اور ایک بار پھر اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔ ساتھ گردن۔ وہ ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔ برف جیسا ٹھنڈا۔

قیس نے اپنا کانپتا ہاتھ اسکے سینے کے مقام پہ رکھا۔ اور پھر وہ اپنا ہاتھ کھینچ نہیں سکا۔ اسکے دل کی دھڑکن ساکن تھی۔ خاموش۔ نل۔ کوئی شور نہیں کوئی آواز نہیں۔ اسکا دل بند ہو چکا تھا۔ جسم ٹھنڈہ پڑ چکا تھا۔ آنکھیں ایسے بند تھیں جیسے کوئی مردہ۔

قیس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔ آنکھیں نیم مردہ ہو گئی تھیں۔ ایک پل کے لئے وہ سانس نہیں لے سکا۔ آہستگی سے پیچھے ہوتے ہوئے وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ لگ چکا تھا۔ آنکھیں اب بھی مہدی کے وجود پہ جمی تھیں۔ اسکے جسم میں کوئی جنبش نہیں ہوتی تھی۔ قیس نے دونوں ٹانگیں اوپر کر کے گھٹنے سینے سے لگا لئے۔ گھنگریالے بال بکھر گئے تھے۔

،،مہدی مر گیا۔..... ابا مہدی مر گیا۔ وہ آہستہ آہستہ دہرا رہا تھا۔ بتیس سالہ مرد تین سالہ بچے کی مانند دہرا رہا تھا۔ خوف سے۔ بے یقینی سے۔ بے بسی سے۔

مہدی مر گیا۔

www.Novelshub.pk

تم مر نہیں سکتے مہدی۔ میں تمھیں مرنے نہیں دے سکتا۔ یکدم اسے جیسے ہوش آیا تھا۔ اس نے آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن اسی لمحے بیڈ کے اوپر رکھا شیشے کا گلاس زمین پہ گر کر چھنا کے سے ٹوٹا۔ اور اسی لمحے قیس ساکت ہو گیا۔ ساری دنیا کی آوازیں بند ہو گئیں سارے مناظر دھندلے ہو گئے۔

آوازیں، ایسی ہی آوازیں اسے حال سے ماضی میں لے جایا کرتی تھیں۔ اور قیس کا ماضی بہت برا تھا۔

لاشیں، خون، چیخیں، پھیلتی دور تک جاتی آگ، اسکے ابا، اماں، وہ مر رہے تھے۔ قیس انھیں بچانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ ساکن تھا۔ اسکا وجود جمود کا شکار تھا۔

قیس نے اپنے خاندان کے ایک اور فرد کو کھو دیا تھا۔

ناولز حب

بلوچستان گوادر

سمندر کی نم ہواؤں نے سارے میں اپنی چھایا بچھار کھی تھی۔حاکم نواب کے گھر میں اس وقت زینیا کچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی۔اس نے گہرے نارنجی رنگ کا لگھا پہن رکھا تھا۔بھاری کام والا۔بال لمبی چٹیا میں کس کے باندھے ہوئے۔سنہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔چائے ابل ابل کر ختم ہونے کو تھی جب اس نے ساس پین نیچے اتارا۔

وہ دنیا جہاں کے کھانے بنا سکتی تھی لیکن چائے نہیں۔وہ اتنی بری چائے بناتی تھی جسے پی کر خود ہی تھوک دے۔یہ کونج کا ٹیلنٹ تھا۔جسکی چائے ہر آنے جانے والے کو پسند تھی۔لیکن بشر کی چائے کی دیوانگی اور اپنا کام کروانے کے لئے آج زینیا کو یہ کام بھی اپنے سر لینا پڑا۔

چائے بنا کر ٹرے میں رکھی۔سر پہ دوپٹہ اچھے سے جمایا۔اب وہ تیار تھی۔پر اعتماد قدم اٹھاتی وہ بشر کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔دروازے کے باہر رک کر اس نے دستک دی۔اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر اندر چلی آئی۔

www.Novelshub.pk

یہ کمرہ کافی بڑا تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں ڈبل بیڈ تھا۔ اور اسکے سامنے والی دیوار کے ساتھ الماری رکھی تھی۔ ایک جانب لمبے بڑے بڑے اسپیکر رکھے تھے۔ جو شاید کسی دور میں چلائے گئے ہوں۔ کمرے کے ایک کونے میں میز اور کرسی رکھی تھی۔ جس پہ بیٹھ کر بشر اپنا کام کیا کرتا تھا۔

زینیا کو کمرے میں دیکھ اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ شاذو نادر ہی اپنی آواز سناتا۔ زینیا نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ چائے کا کپ رکھا۔ اور خود بشر کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پہ کوئی خوف پریشانی کچھ نہیں تھا۔ بشر اپنے لیپ ٹاپ پہ فلم دیکھتا رہا۔ زینیا خاموشی سے بیٹھی اسکا چہرہ تکتی رہی۔

آہ کوئی اس آدمی کو بتائے کہ بولنے سے سیل ضائع نہیں ہوتے۔

،، ادا (بھائی) مجھے ایک بات کرنی تھی۔ بشر نے اب کے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ بولا اب بھی کچھ نہیں ۔ اسکی آنکھیں کونج جیسی تھیں۔ پلکیں مڑی ہوئی۔

،، انسٹاگرام پہ میری فوٹوگرافی دیکھ کر ایک ٹریول گروپ کے مینیجر نے مجھ سے رابطہ کیا ہے۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔ بشر فوراً سے پہلے سیدھا ہوا تھا۔ وہ اپنے ،، بھائی ،، موڈ میں آگیا تھا۔

www.Novelshub.pk

میں منیجر؟ یہ کون ہے؟ لڑکا ہے؟ مجھے دو موبائل دیکھ لیتا ہوں۔ وہ فوراً سیدھا ہوا۔ بس آ گیا وہ مشرقی مردوں والی جلد بازی پہ۔

ادا پوری بات تو سن لو۔ لڑکی ہے میں یجر۔ بات ہوئی ہماری۔ انکا گروپ تین دن بعد گوادر آ رہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں میں انکے لئے فوٹو گرافی کروں۔ چالیس ہزار دیں گے۔ تم ابا سے بات کر لو بس تین دن کا کام ہے اور......

ناں بول دو فوراً۔ بلکہ یہاں دو اپنا موبائل میں خود ناں بول رہا ہوں۔ بشر دو ٹوک انداز میں بولا تھا۔ اسکا چہرہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔

مجھے فرق نہیں پڑتا چالیس ہزار دیں یا چالیس لاکھ۔ لیکن ابھی میں اتنا بے غیرت نہیں ہوا کہ تم غیر مردوں کی تصاویر کھینچو۔ ابا سے پہلے تو میں منع کر رہا ہوں۔ اسکا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ کاش ہمارے مرد غیرت کا اصل مفہوم سمجھ لیں۔

تم میرے ساتھ چلنا ادا۔ بس ہر روز دو گھنٹے کا کام ہو گا اور بس۔ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے ادا بات کو سمجھو۔ زینیا اب زور دے کر کہہ رہی تھی۔

زینیا میں ناں کہہ چکا ہوں ناں سمجھ نہیں آ رہی۔؟ اب کے بشر ذرا سختی سے بولا تھا۔ یہاں کو نج ہوتی تو اسکی جان ہوا ہو جاتی۔ لیکن زینیا ڈھیٹ تھی۔ پتھر اپنی جگہ سے ہل سکتا تھا لیکن وہ نہیں۔ سو ڈٹی رہی۔

غضب خدا کا اب تم میرے سامنے غیر مردوں کی تصویریں کھینچو گی اور میں بے غیرتوں کی طرح کھڑا رہوں۔ پتہ نہیں کیسے کیسے لوفر لڑکے آ رہے ہوں گے۔ اس نے ہاتھ جھلایا۔ غصہ سخت غصہ آ رہا تھا اسے۔

تمھیں مجھ پہ اعتبار ہے کہ نہیں۔؟ آج تو اپنا شہر ہے ادا کل میں کسی اور شہر پڑھنے جاؤں گی۔ تم نے کہا تھا تم مجھے افسر بناؤ گے۔ تم تو ابھی سے منع کر رہے ہو۔ وہ روہانسی ہوئی۔

زینی میں نے ناں بول دیا مطلب ناں ھو گیا اب جاؤ یہاں سے تنگ مت کرو۔ بشر نے گویا بات ختم کر دی ہو۔ چہرہ اب بھی سرخ تھا۔ زینیا کو انسٹا گرام کی اجازت دے کر ہی غلط کر دیا تھا۔

زینیا چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ اسکا ذہن ایک چلتی پھرتی مشین تھا۔ وہ اٹھی ایک اچٹتی سی نگاہ بشر پہ ڈالی۔

ابا تمہارا رشتہ طے کر رہے ہیں۔ بدلے میں، کون وہاں جائے گا تم جانتے ہو۔ الفاظ سیسے کی مانند چبھے تھے بشر کو۔ وہ اپنی جگہ شل رہ گیا۔ لب ہلکے وا تھے۔

www.Novelshub.pk

ایک وقت وہ تھا جب تم نے لالہ رخ کے لئے اسٹینڈ نہیں لیا۔ اور آج تم میرے لئے اسٹینڈ نہیں لے رہے۔ تم صرف محبت میں ناکام مرد نہیں ہو ادا۔ تم ہر تعلق میں ناکام ہو۔

بشر کے دل پہ گویا کسی نے انگارے ڈال دیئے ہوں۔ وہ تڑپ کر رہ گیا تھا۔ آنکھیں ضبط سے سرخ ہوئیں۔ ناکام ادھوری محبت نے ایک بار پھر سر اٹھایا۔ دل زخم زخم ہو گیا تھا۔ اس نے زور سے دانت بھینچ لئے تھے ۔

،،جب جانا ہو بتا دینا میں ساتھ آوں گا،،

۔چوکھٹ پہ زینیا تھم گئی تھی۔ لب تلخی سے مسکرائے تھے۔ ایسے تو پھر ایسے ہی سہی۔ اسکے گھر کے مردوں کو اسکے دل کی پرواہ نہیں تھی تو وہ کیوں کرے۔؟

اس نے بھی وہیں وار کیا تھا جہاں سب سے زیادہ چبھن ہو۔ کسی کی ادھوری محبت۔ اگلے چند لمحات میں وہ چوکھٹ پار کر گئی تھی۔ اسکے پیچھے بشر نے خود سے ایک بار وہی عہد دہرایا تھا۔

www.Novelshub.pk

ہزار بار موقع آئے گا۔ تو میں ہزار بار اسکے لئے اسٹینڈ نہیں لوں گا۔ اگر میں اسکے لئے کھڑا ہو جاتا تو وہ ڈھے جاتی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

شاید اسے ڈھیر سارا رونا تھا۔ شاید ضبط کرنا تھا۔ وہ کہاں کچھ بتاتا تھا۔؟

ناولز حب

اسلام آباد

بیڈ کے ساتھ جڑ کر بیٹھا قیس تہی دامن تھا۔ وہ اب تک شاکڈ تھا۔ اب تک ماضی میں تھا۔ آگ کے بھڑکتے گولے، لاشیں، خون، اسکا خاندان، سب آنکھوں کے سامنے گھوم گھوم رہا تھا۔ گھٹنے سینے سے لگائے بیٹھا وہ الگ دنیا میں تھا۔

www.Novelshub.pk

اسی لمحے عین اسی لمحے مہدی کے وجود میں جنبش ہوئی تھی۔ اس نے کلسمندی سے کروٹ بدلی تھی۔ قیس اب بھی اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ وہ حال میں نہیں تھا۔ ماضی وہ ظالم ماضی کے گرداب میں چکر کاٹ رہا تھا۔ آگ، خون، لاشوں سے بھرا ماضی۔

مہدی نے ہلکی سی آنکھیں کھولیں۔ اس نے قیس کو اپنے سامنے بیٹھے دیکھا۔ مندی مندی آنکھیں لئے وہ صورتحال سمجھنا چاہ رہا تھا۔ قیس اس وقت اسکے کمرے میں اسکے بیڈ پہ بیٹھا تھا۔ کیوں۔؟ اسکا دماغ اب بھی پوری طرح بیدار نہیں ہوا تھا۔

آگ، خون، لاشوں کے ماضی میں کبھی آگ سبقت لے جاتی۔ کبھی لاشوں کی تعداد۔ وہ بس آنکھیں پھاڑے بیٹھا تھا۔ ہر حرکت سے عاری بے جان بے سانس۔ عقل اور میموری ہر انسان کے لئے نعمت نہیں ہوتی۔ کچھ کے لئے عذاب بھی ہوتی ہے۔ یقین نہ آئے تو قیس کو دیکھو۔ وہ جسے آج بھی اپنے خاندان کی موت ایک فلم کی مانند یاد تھی۔ ایک ہزار دفع دیکھی ہوئی فلم کی مانند۔

www.Novelshub.pk

قیس تم ٹھیک ہو۔؟ کیا ہوا ہے قیس۔؟ مہدی اب کے اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ قیس کا کندھا ہلاتے ہوئے اس سے سوال کر رہا تھا۔ ماضی سچ دکھاتا آئینہ چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ قیس نے بے اختیار جھرجھری لی تھی۔ اسے حال میں واپس لایا جا چکا تھا۔ اسکے چہرے پہ ڈھیر ساری وحشت تھی۔ وہ شاکڈ تھا۔

،، قیس ادھر دیکھو کیا ہوا ہے قیس... بھائی مجھے بتاؤ میرے بھائی ادھر دیکھو۔،،

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مہدی کو دیکھ رہا تھا۔ اسکے چہرے پہ دہشت تھی۔ وہ ڈرا سہما ہوا تھا۔

،، تم مر گئے تھے۔ میں نے تمھیں دیکھا تھا۔ تم سانس نہیں لے رہے تھے۔ وہ بامشکل بول رہا تھا۔ یوں جیسے مہدی کو زندہ دیکھ کر بھی یقین نہ آیا ہو۔ یوں جیسے اسے سمجھنے میں دقت ہو رہی ہو۔

مہدی اسے ترحم سے دیکھ رہا تھا۔ دل کا گلٹ مزید گہرا ہونے لگا۔ وہی تو تھا قیس کی اس حالت کا ذمہ دار۔

میں زندہ ہوں قیس۔ بلکل ٹھیک تمھارے سامنے ہوں۔ ادھر دیکھو مجھے دیکھو۔ ہاتھ لگا کر دیکھو۔

قیس پیچھے ہونے لگا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے۔

www.Novelshub.pk

،،میں نے محسوس کیا تھا گرین وونڈ تمہارا دل بند تھا۔ خموش۔ اب کے مہدی نے گہری سانس بھری۔ ایک کوفت زدہ بے زار سانس وہ معملہ سمجھ گیا تھا۔ اس نے قیس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے مقام پہ رکھا۔

کوئی شور نہیں۔ ساکن۔ خاموش۔ کوئی آواز نہیں۔ قیس نے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا جسے مہدی نے ناکام بناتے ہوئے اب اسکا ہاتھ اپنے سینے پہ بائیں جانب رکھا۔

دھڑکن زور و شور سے چل رہی تھی۔ دھک دھک کی آواز قیس کو اپنے ہاتھ پہ محسوس ہوئی۔ اور اب کے اس نے بھی کراہ کر آنکھیں میچ لیں تھیں۔ کندھے ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

Dextrocardia

مہدی نے زور دے کر یہ لفظ ادا کیا۔ (ایک طبی حالت جس میں انسان کا دل اسکے سینے میں بائیں کی بجائے دائیں جانب ہوتا ہے۔ دنیا میں ایک فیصد سے بھی کم انسان ہوتے ہیں جنکا دل انکے سینے میں بائیں کی بجائے دائیں جانب ہوتا ہے۔)

www.Novelshub.pk

قیس ٹکر ٹکر اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ البتہ اب وہ سنبھل چکا تھا۔ چند گہری سانسیں لے کر خود کو پر سکون کیا۔ مہدی نے پانی کی بوتل اسے تھمائی۔ وہ غٹا غٹ سارا پانی پی گیا۔ اندر کی آگ ذرا تھم سی گئی۔ جلتی روح کو قرار آنے لگا تھا۔ البتہ مہدی جانتا تھا۔ اب اگلے کئی دن قیس غائب دماغ رہے گا۔ اگلے کئی دن وہ مہدی کے ساتھ اپنا رویہ مزید برار کھے گا۔

چند پل بعد قیس وہاں سے جا چکا تھا۔ نیلی روشنیوں والا کمرہ اندھیرا کر کے۔ اپنے بیڈ پہ سیدھے لیٹے مہدی کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ اسکا شوخ کمرہ اسکی اداسی سے اداس تھا۔ چند پل یونہی لیٹے رہنے کے بعد اس نے اپنا موبائل اٹھا لیا تھا۔ فرار کا وقت آچکا تھا۔ قیس گھر سے نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن مہدی کے پاس فرار کے کئی راستے تھے۔ اگلے ہی لمحے اسکی انگلیاں اپنے مینیجر کو میسج لکھ رہی تھیں۔

،، فورا بندوبست کرو۔ ہم ایک ہفتہ بعد نہیں تین دن بعد بلوچستان جا رہے ہیں۔،، میسج لکھ کر اس نے موبائل سینے پہ ڈال دیا۔ کوفت ایک بار پھر سر چڑھ رہی تھی۔ زوں زوں کی آواز سے اسکا موبائل تھر تھرایا تھا۔ مہدی نے اب کے بے زاری سے موبائل اٹھایا۔ سفید روشنی چہرے پہ پڑنے لگی۔ اسے کچھ

www.Novelshub.pk

انسٹاگرام اکاؤنٹس کے لنک بھیجے گئے تھے۔وہ کسی صورت انہیں چیک نہ کرتا۔لیکن بے کلی ایسی تھی کہ اس نے اپنی ٹیم کے اکاؤنٹ باری باری چیک کرنا شروع کئے۔فوٹوگرافر کے لئے کسی

Skies _aren't _the_limits

کا اکاؤنٹ میں مینشن تھا۔مہدی نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا تھا۔جو کوئی بھی تھا اس نے اچھے خاصے quote کو اپنے رنگ میں ڈھال دیا تھا۔اس نے اکاؤنٹ کھولا۔بائیو میں چھوٹا سا۔زینیا حاکم لکھا تھا۔

نائس نیم۔وہ سراہتے ہوئے اب اسکی فیڈ چیک کرنے لگا تھا۔آسمان،پرندے،درخت،چھوٹے معصوم بچے،گرتا ہوا پانی،کڑھتی ہوئی چائے،کتابیں،لائٹس،بلاشبہ اس نے ہر ایک چیز کی ایک بے مثال تصویر اتاری تھی۔چند ایک منٹ میں وہ سارے کا سارا اکاؤنٹ اسکرول کر چکا تھا۔چلو وقت ضائع نہیں ہوا۔تصاویر ختم ہو گئیں تو اب اس نے موبائل ایک طرف رکھا۔اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔

زینیا حاکم نائس نیم۔ایک بار پھر اعتراف کر کے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔وہ سونا چاہتا تھا۔

www.Novelshub.pk

اگلا دن

قیسم کی شیشوں والی عمارت اپنی شان سے کھڑی تھی۔ بادلوں کا نیلا سایہ جب شیشوں پہ پڑتا تو شیشے نیلے ہونے لگتے۔ پہلی منزل ویسی ہی تھی۔ پر شور، مصروف، بے صبر۔ البتہ دوسری منزل آج قدرے پر سکون تھی۔ گنگناتے، مسرور ایمپلائیز۔

تیسری منزل پہ قیس کا آفس تھا۔ سرمئی اور نیلی دیواریں قیس کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ اسکا آفس صاف اور کشادہ تھا۔ نیلی دیواریں جن پہ مختلف پینٹنگز ٹنگی تھیں۔ ایک جانب کتابوں کا ریک۔ قیس کے دائیں طرف والی دیوار پہ گلاس وال تھا۔ یہاں سے سارا شہر نظر آتا تھا۔ یہ قیس کا پسندیدہ اسپاٹ تھا۔

وہ سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس تھا۔ کوٹ اسٹینڈ پہ لٹکا رکھا تھا۔ گھنگریالے بال ماتھے پہ گر رہے تھے۔ گندمی رنگت شیشوں سے آتی دھوپ کو وجہ سے دمک رہی تھی۔ اسکے ہاتھ میں پینسل تھی۔ سامنے ڈھیر

www.Novelshub.pk

سارے پنے جن پہ اس نے شاید کوئی خاکہ بنایا تھا۔ لیکن پسند نہیں آیا۔ ایسے ہی کچھ کاغذات زمین کی نظر ہوئے پڑے تھے۔ ڈسٹرب لفظ اسکی اس حالت کے لئے چھوٹا تھا۔

دفعتا دروازے پہ دستک ہوئی۔ صاف ستھری رنگت اور لیڈیز ٹو پیس میں ملبوس حدیبیہ اندر آئی۔ اس نے بال جوڑے میں باندھ رکھے تھے۔ کس کے باندھا گیا جوڑا۔ پیروں میں سیاہ ہیلز تھیں۔ چہرہ پر سکون سا تھا۔ وہ اچھی دکھتی تھی۔

براق سر آئے ہیں باس۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کم از کم انسان ایسے مشینے انداز میں نہیں بولتے ہوں گے۔

اگر وہ اندر آیا تو تم فائرڈ ہو۔ قیس نے سر نہیں اٹھایا۔

اگر آپ مجھے فائرڈ کر دیں تو میری زندگی کے آدھے غم ختم ہو جائیں گے۔ پلیز یہ نیک کام ضرور کیجئے گا۔ وہ بول کر باادب سی ہٹ گئی۔

www.Novelshub.pk

قیسم میں آپ قیس سے کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ قیس، باس، بڈی، جو آپ کا دل چاہے۔ لیکن اگر قیسم میں آپ نے قیس کی مرضی کا کام نہیں کیا۔ تو پھر جو قیس کا دل چاہے۔

مرحبا حبیبی۔ ایک چہکتی خوشگوار آواز پہ قیس نے کوفت سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ لیکن نوارد کو جیسے فرق ہی نہ پڑتا ہو۔ مسکراتے ہوئے اس نے قدم اندر رکھا۔ بغیر جرابوں کے سفید اسنیکر۔ دھاری دار سلیکس۔ اب نظر اٹھا کر دیکھو تو اس نے سفید گول گلے والی شرٹ کے اوپر دھاری دار کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ مناسب قد کاٹھ کا آدمی تھا۔ رنگت سانولی تھی۔ گہری سانولی۔ بال سیاہ سیدھے۔ اسکی آنکھیں عربی تھیں۔ وہ آدھا عرب تھا۔ اسکی ماں عرب تھی اور باپ پاکستانی۔

تم سے ملے صدیاں بیت گئی تھیں۔ سو میں نے سوچا ملاقات کا سدباب کیا جائے۔ اسکے لہجے میں عربی عنصر آتا تھا۔ شاید اس نے زندگی کا زیادہ حصہ ماں کے ساتھ گزارا تھا۔

قیس نے گہری سانس خارج کی۔ پنسل کو ٹیبل پہ رکھا۔ اور آنکھیں براق کے چہرے پہ گاڑ دیں۔

،،روسی کہاوت ہے۔ ملاقات کی دو ہی شرطیں ہوتی ہیں۔ خون ملتا ہو یا پھر خیالات۔

www.Novelshub.pk

،،کیا پتہ ہمارا خون ملتا ہو۔،، براق جان بوجھ کا پر سرار ہوا۔ قیس مسکرا کر میز پہ آگے کو ہوا۔

،،میرے خاندان میں تمھیں پیدا کرنے جیسی غلطی کوئی نہیں کر سکتا۔ یقین ہے مجھے۔،، براق نے اسکی بات کا برا نہیں منایا۔ وہ میز کے پار دوسری کرسی پہ آکر بیٹھا۔ چہرہ ہتھیلی پہ گرایا۔

،،اگر تم مجھ سے ایسی دل دکھانے والی باتیں کرو گے۔ تو میرا دل زخمی ہو جائے گا۔ اور پھر میری دس گرل فرینڈز مل کر میری چارہ جوئی نہیں کر سکیں گی۔ وہ آدھا عرب تھا۔ آدھا پاکستانی تھا۔ لیکن لڑکیوں کے معملے میں وہ پورا انگریز تھا۔

چند دن قبل تک تو تمہاری گیارہ گرل فرینڈز تھیں۔ قیس کاغذ سمیٹتے ہوئے بولا تھا۔ براق نے کندھے جھٹکے

۔

ایک سے بریک ہو گیا۔ اس نے میرے وسل بلوور والے ہیش ٹیگ کو جوائن نہیں کیا۔ تب ہی اسی لمحے مجھے الہام ہو گیا۔ جو عورت آپ کا ہیش ٹیگ آگے نہیں بڑھا سکتی۔ وہ آپ کے ساتھ آگے کیسے بڑھے گی۔؟

www.Novelshub.pk

بریک اپ کی یہ وجہ خاصی فالتو اور بے کار ہے تمہاری طرح۔ قیس اب لیپ ٹاپ کو اپنے سامنے کر چکا تھا۔ صاف اشارہ تھا کہ وہ مصروف ہے۔

یہ فالتو اور بے کار نہیں بلکہ ڈیجیٹل اور یونیک وجہ ہے۔ بلکل میری طرح۔

صبح صبح قیسم میں اپنے منحوس قدم رکھنے کی وجہ بتاؤ براق حنیف۔ قیس نے ناگواری سے ٹوکا تھا۔ لیپ ٹاپ کی سکرین پہ چند تصاویر ابھر ابھر رہی تھی۔ مہدی کے یونان کی سیاحت کی تصاویر۔ جانے وہ کیا ڈھونڈ رہا تھا ۔

،،چند دن قبل تم نے مجھ سے ایک فیور لی تھی۔ یقیناً تمہارا جوڑ جوڑ میرے احسان میں ڈوبا ہو گا۔ کندھے اس بوجھ سے تھک رہے ہوں گے۔ سو اب میں تمھارے کندھوں سے بوجھ کم کرنے آیا ہوں۔ کتنا خیال ہے نہ مجھے لوگوں کا۔؟ اسکا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنی تعریف کرتے کرتے یہیں دم توڑ دے۔

کام بولو۔؟ قیس تصاویر کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ مہدی کے آس پاس بس اسکے دوست تھے۔ اسکی ٹیم تھی۔ اور چند سیاح۔ کہیں بھی کچھ بھی قابل غور نہیں لگ رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

تمہاری ایمپلائی ماریہ ظفر وہ BQ پراجیکٹ میں ہمارے ساتھ کام کرے گی۔(BQ پراجیکٹ قیس اور براق کے درمیان طے پایا تھا۔ جس میں قیسم اور بیز کلیکشن کے ڈیزائنرز مل کر کام کرنے والے تھے۔ یہ اس سال عید الفطر کا تحفہ تھا۔)

قیس کی انگلیاں لیپ ٹاپ پہ تھم گئی تھیں۔ اس نے چہرہ اٹھا کر براق کو دیکھا۔ جو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

،،ماریہ تو تمہاری اس گیارہویں گرل فرینڈ کی کزن ہے ناں۔ ؟یعنی تمہاری اس گرل فرینڈ کو تم نے نہیں بلکہ اس نے تمھیں چھوڑا ہے۔ اور اب تم ٹاسک ایکس بنتے ہوئے اس سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔

قیس اسکا پلان ڈی کوڈ کر رہا تھا اور براق کو ذرا برابر حیرت نہیں ہوئی تھی۔

تم ماریہ کے ساتھ تعلقات بڑھاؤ گے۔ اسے جاب آفر کرو گے۔ مراعات دو گے۔ صرف اور صرف اس لئے کہ تمہاری ایکس اسے دیکھ دیکھ کر کڑھتی رہے۔ آہ براق لعنت ہو تم پہ۔ براق نے سر کو خم دیا تھا۔ گویا لعنت وصول کی ہو۔

www.Novelshub.pk

جتنی تیزی سے تمہارا دماغ چلتا ہے میرا دل چاہتا ہے۔ کمبیر محل میں گھس کر رات کے سناٹے میں تمہارا دماغ چرالوں۔

قیس نے استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

،،افسوس کہ تم ایسا نہیں کرسکتے کمبیر محل میں کتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔،،

اب بس براق اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ قیس کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔

،، آج کے دن کے لئے اتنا ڈوز کافی ہے۔ تمھارے لئے بھی۔ اور میرے لئے بھی۔ اگلی بار مل کر مزید خون جلائیں گے۔ انشاالله۔

اس نے دو انگلیاں ماتھے تک لے جا کر سلام کیا۔ اور پلٹ گیا۔ دروازے کے ہینڈل پہ اسکا ہاتھ رکا تھا۔ آنکھوں میں چمک ابھری۔ وہ بازو سینے پہ لپیٹے مڑا تھا۔،، تمھیں کبھی محبت نہیں ہوئی لوسیفر۔؟،،

(لوسفر عیسائیت میں جہنم کے سب سے بڑے شیطان کو کہا جاتا ہے۔)

براق کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ قیس ٹھٹھکا تھا۔ آنکھوں میں حیرت لئے اس نے اس آدھے عرب کو دیکھا۔

www.Novelshub.pk

،،اونچائیوں تک جانے کے لئے تمھارے پیروں کو بیڑیوں سے آزاد ہونا چاہیے۔ محبت چار انچ موٹی لوہے کی زنجیر ہے۔ تمھیں لگتا ہے میں خود کو قید کرواؤں گا۔،،؟

براق مسکرا آیا تھا۔ گردن جھکا کر۔

آسمان کی بلندیوں تک جانے کے لئے ایک ذینہ ہوتا ہے۔ اور محبت اس ذینے پہ لگا دیمک۔ تمھیں لگتا ہے میں ایک دیمک زدہ سیڑھی چڑھوں گا۔

براق کی آنکھوں میں اس پل عجیب سا تاثر تھا۔ وہ قیس کو بولتے ہوئے سنے گیا۔

مر دیا تو کامیاب ہو سکتا ہے۔ یا پھر محبت کر سکتا ہے۔ دونوں کرے گا تو ہاتھ سے کچھ نہ کچھ پھسل جائے گا۔ محبت فینٹسی ہے۔ اور قیس کو فینٹسیز سے نفرت ہے۔ آخر میں اسکا لہجہ بے زار ہو گیا تھا۔ براق نے لمبی گہری سانس لی۔

،،اگر تم نے محبت کی ہوتی تو تم جانتے کہ مرد کا کسی عورت کے پاس بار بار جانا اور اچھے برے طریقے اپنا کر اسے حاصل کرنا ٹاکسٹی نہیں۔ محبت ہے۔،،

www.Novelshub.pk

بول کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ قیس نے استہزاہ سے سر جھٹکا۔

محبت مائی فٹ۔

نیلی دیواروں نے اسکے ساتھ سر جھٹکا تھا۔ ہنہہ۔

ناولز جب

بلوچستان

یہ ایک گورمنٹ گرلز کالج کا منظر تھا۔ آدھی چھٹی کا وقت تھا۔ گراؤنڈ میں بچھی گھاس پہ لڑکیاں ٹولیاں بنائے بیٹھی تھیں۔ کوئی کتاب میں سر دیئے ہوئے تھی۔ کوئی محفل لگا رہی تھی۔ کوئی ہاتھ میں کھانے پینے کے سامان لئے بیٹھی تھی۔ ایک ایسی ہی ٹولی میں کونج بھی بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں لیز کا پیکٹ تھامے اور ایک ہاتھ میں اپنا پریکٹیکل لئے۔ اسکے ساتھ تین لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ اسکی بچپن کی دوستیں۔

www.Novelshub.pk

کونج ..

اپنے نام کی پکار پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فریحہ اور فرحین اسکے سامنے کھڑی تھیں۔ یہ دونوں آپس میں کزنز تھیں۔ کالج کی سب سے امیر اور ماڈرن لڑکیاں۔ انہوں نے کونج کو پکارا اوہ خدایا انہوں نے کونج کو پکارا۔؟ اسکا دل حلق میں آگیا تھا۔ جب فریحہ نے اسے ایک بار پھر پکارا۔

،، کونج کیا تم آج ہمارے ساتھ وقت گزارو گی۔؟

اصل میں ہم اس ماحول کے عادی نہیں ہیں۔ اگر تمھیں برا نہ لگے پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ شستہ انگریزی میں بات کر رہی تھی۔ بلوچستان کا تعلیمی میعار اتنا اونچا نہیں کہ بچوں کو فرفر انگریزی بولنی آتی ہو۔ لیکن پرائیویٹ اسکول کے بچے یا پھر اکیڈمی جا کر انگریزی کی کلاسز لینے والے بچے بہت اچھی انگریزی بول لیتے ہیں۔ وہ بھی بے حد روانی سے۔

کونج نے ایک نظر اپنی دوستوں کو دیکھا۔ انہوں نے کسی قسم کا رد عمل نہیں دیا۔ ظاہر ہے وہ اتنی گری پڑی نہیں تھیں کہ اسے روکتیں۔ اپنی دوستوں کے درمیان سے یوں اٹھ کر جانا اسے برا لگا تھا۔ لیکن وہ ایک

www.Novelshub.pk

سادہ "ناں" نہیں کہہ سکی تھی۔ وہ کہہ ہی نہیں سکتی تھی۔ کم از کم یہ کہنے کے لئے اسے نئی زندگی چاہیے تھی۔ دھڑکتے دل کو بامشکل سنبھالتے وہ اس نے اپنے سامنے کھڑی لڑکیوں کو دیکھا۔

ہاں ٹھیک ہے میں تمھارے ساتھ چل سکتی ہوں۔ وہ بھی انگریزی میں بولتی ہوئی اٹھی تھی۔ وہ زینیا حاکم سے ٹیوشن لیتی تھی۔ اس لڑکی سے جسے آئے دن نت نئی زبانیں سیکھنے کا شوق تھا۔ بھلا اسے انگریزی بولنے میں کیا دقت ہو گی۔؟

فریحہ اور فرحین اسے کیں ٹین لے آئیں تھیں۔ پلاسٹک کی کرسیاں اور بینچ رکھ کر بیٹھی ہوئی لڑکیاں۔ اور بھاگ بھاگ کر چاٹ سموسے لاتا عدیل بھائی۔ وہ کالج میں ہی چاٹ اور سموسے بناتا تھا۔ تیس پینتیس برس کا مسیح نوجوان۔

ایسی ہی ایک میز اور کرسیوں پہ وہ تینوں بھی آکر بیٹھیں تھیں۔ کونج کو بے اختیار اپنا آپ چھوٹا لگنے لگا تھا۔ فریحہ جب ہاتھ ہلا ہلا کر بات کرتی تھی تو اسکے سفید خوب صورت ہاتھ دیکھ کونج کا جی چاہتا تھا اپنے ہاتھوں کو کہیں چھپا دے۔ سرخ نیل پالش والی اسکی لمبی سفید انگلیاں انکے بڑھے ہوئے ناخن۔ وہ کسی ٹی وی کی اداکارہ جیسی تھی۔ ٹپ ٹاپ۔ میں ٹینڈ۔

www.Novelshub.pk

جب فرحین اپنے سرخ انار جیسے گالوں پہ ہاتھ رکھتی تھی۔ تو کونج خوامخوا یہاں وہاں دیکھنے لگتی تھی۔ اسکے پھٹے ہوئے خشک گال اسے شرمندہ کر رہے تھے۔ آہ کاش وہ زمین میں گڑ جاتی۔ کاش وہ کچھ دیر قبل ان کو بس ایک،، ناں،، بول دیتی

اچھا کونج تمہارا نام بہت یونیک ہے۔ اسکا بھلا کیا مطلب ہوا۔؟ آخر یہ انگریزی کے علاوہ کیوں بات نہیں کرتی تھیں۔؟ فریحہ کی بات سن کر اسے کوفت ہوئی۔

کونج نے گہری سانس بھری۔ چلو آخر کار اسکے پاس کچھ تو یونیک تھا۔

،، میرا نام ایک پرندے کے نام پہ رکھا گیا ہے۔ یہ پرندہ سائیبریائی ہوتا ہے۔ یخ موسم کی وجہ سے پاکستان آتا ہے۔ اسکا قیام بلوچستان ہوتا ہے۔ محبت اور وفا کا پرندہ۔

کیا وہ کالا بھی ہوتا ہے۔؟ اس لئے پوچھ رہی ہوں کیونکہ تمہارا رنگ تھوڑا بلیک سا ہے ناں۔ فریحہ نے اب کی بار اردو میں پوچھا تھا۔

www.Novelshub.pk

کونج کو لگا تھا اس نے کچھ غلط سن لیا ہو۔ اسکے کان سن ہو گئے تھے۔ وہ پلک تک نہ جھپک سکی۔ کیا یہ اتنا ذاتی حملہ اتنا براہ راست اسی پہ کیا گیا تھا۔؟

آس پاس بیٹھی ساری لڑکیوں نے مڑ مڑ کر دیکھا تھا۔ فریحہ کی آواز نہ جانے کیوں بلند ہوئی تھی۔ کونج جیسے اب تک شاکڈ ہو۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ کہ بھری محفل میں اسے اسکے رنگ کا طعنہ دیا گیا ہے۔ آنکھیں بھرنے لگی تھیں۔

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ حلق میں پھنس گئے۔ ذرا فاصلے پہ ایک میز کے گرد بیٹھی لڑکی سخت طیش سے یہ سارا معملہ دیکھ رہی تھی۔ اسکا قد چھوٹا تھا۔ نقوش مناسب۔

واپس کونج کی طرف آؤ تو وہ اب تک شل سی تھی۔

وہ.. بے.. حد خوبصورت پرندہ ہوتا ہے۔ اس نے بھری بھری آنکھوں سے اٹک اٹک کر بلاخر جواب دیا۔ کئی لڑکیوں نے اسے ترحم سے دیکھا تھا۔ کئی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کسی بیوٹی کریم کا مشورہ دے ڈالا۔ اب کونج کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ فریحہ اور فرحین کی آنکھوں میں صاف استہزاہ تھا۔

www.Novelshub.pk

اوہ اچھا۔ لیکن پھر تو یہ نام تمھارے ساتھ میچ نہیں کیا۔ وہ خوبصورت اور تم۔۔۔۔۔۔۔ آئی مین تمہارا رنگ تھوڑا...... فریحہ کی بات کسی نے بیچ میں اچک لی تھی۔

اب بس اس سے برداشت نہیں ہوا تھا۔

فریحہ تم نے کہا تھا۔ وہ سرخ اسکارف تم نے لاہور سے لیا ہے ہے ناں۔؟ کوئی تھی چھوٹے قد مناسب نقوش والی لڑکی جو بازو سینے پہ باندھے۔ معصومیت سے فریحہ کو دیکھ رہی تھی۔

میں نے کہا تھا کیا مطلب۔؟ میں نے وہیں سے لیا ہے۔ فریحہ نے اپنی بات پہ زور دیا۔ پستہ قد لڑکی نے سر ہلا یا۔ اور اپنے بیگ کو کندھے سے اتار کر اپنا موبائل باہر نکالا۔ چند انگلیاں دبا کر اس نے ایک تصویر کھولی۔ کسی چوتھے سے ٹھیلے کی تصویر تھی۔ جہاں سرخ اسکارفس کا ڈھیر سجا تھا۔

ساری لڑکیاں اب انہیں دیکھ رہی تھیں۔ کونسا سموسہ کونسی چاٹ۔ سب کو سب کچھ بھول گیا تھا۔

کل لنڈے بازار گئی تھی میں۔ ایسے ڈھیر سارے اسکارف تھے۔ سیم ٹو سیم۔ ویسے یار اب تم بھی کیا کرتی ہو ۔باتیں اتنی بڑی بڑی۔ اور تمہارا اسٹائل تو لنڈے جیسا ہے۔ ایسے چار اور اسکارف لائی ہوں۔ پچاس پچاس

www.Novelshub.pk

کے ایک۔ جسکو چاہیے پیسے ساتھ لائے۔اب سے ہم بھی فریحہ اور فرحین جیسی ڈریسنگ کریں گے۔وہ بولنے پہ آئی تو بولتی چلی گئی۔

آجاؤ کونج ایک تمھارے لئے بھی ہے۔اس نے کونج کو دیکھا ایک جتاتی نگاہ مجمعے اور ان دو رئیس زادیوں پہ ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔ فریحہ اور فرحین تو اب تک اسی شاک میں تھیں کہ انکے ساتھ ہوا کیا ہے۔؟

انہوں نے تو کونج کو اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے بلایا تھا۔ آخر یہ لڑکی کون تھی!؟ کونج اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔وہ اس پستہ قد لڑکی کے پیچھے نہیں گئی۔ اسے نہیں جانا تھا۔وہ کس حق سے جاتی؟نہ وہ دوست تھی نہ دشمن۔

وہ دونوں بس ایک دوسرے کو غیر مشروط فیورز دینے کی عادی تھیں۔پستہ قد لڑکی وہی دینے آئی تھی۔ کرسی سے اٹھتے وقت کونج کے قدم لڑکھڑائے تھے۔ لیکن وہ رکی نہیں۔ہاں اسے اپنے رنگ کی وجہ سے سبکی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن کسی نے آج تک محسوس کروائی نہیں تھی۔

ہاں اسکا رنگ سانولا تھا۔اسکی جلد کھردری تھی۔ لیکن کیا وہ یہ ڈیزرو کرتی تھی کہ یوں بیچ محفل میں اسے ذلیل کیا جائے۔؟

www.Novelshub.pk

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے جا رہی تھی۔

اسکا رخ باتھ روم کی جانب تھا۔ ہر مڈل کلاس لڑکی کی طرح اسے بھی وہیں جا کر رونا تھا۔ ڈھیر سارے آنسو بہانے تھے۔

ناولز حب

شام کے سائے حاکم نواب کے گھر پہ پھیلے تو روشنیوں نے اپنا دم گھونٹ لیا۔ زینیا اپنے کمرے میں بیٹھی تھی ۔ پلنگ سے ٹیک لگائے پیر اوپر کیئے۔ شہد رنگ بال سختی سے جوڑے میں باندھ رکھے تھے۔ یوں کہ ماتھے کی نسیں تک کھنچتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اسکا کیمرہ گود میں پڑا تھا وہ لینز ہاتھ میں لئے اسے صاف کر رہی تھی۔ مصروف سی بے پرواہ سی۔

www.Novelshub.pk

اسی لمحے کونج حاکم بھی کمرے میں داخل ہوئی۔ڈھیلے ڈھالے قمیض شلوار میں ملبوس سیاہ بالوں کو چوٹی میں گوندھے۔ننگے پیر چلتی وہ بیڈ پہ آکر بیٹھی۔زینیا نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

ہنہہ گندے پیر۔

تم تو اماں سے جوڑا لینے گئی تھیں۔کیا ہوا نہیں ملا۔؟زینیا مصروف سی پوچھ رہی تھی۔کونج نے گہری سانس لی اور خود کو بیڈ پہ گرا دیا۔

،،بڑے بے آبرو ہو کر انکے کوچے سے ہم نکلے،،

اس نے آہ بھری تھی۔پھر ایک ملامتی نظر زینیا کو دیکھا۔گویا اس پہ افسوس کر رہی ہو۔

،،جب میرے جیسی عظیم شاعرہ کوئی شعر سناتی ہے تو بدلے میں داد و تحسین دی جاتی ہے۔تمھارے منہ میں زنگ تو نہیں لگا ہوا۔؟

زینیا نے لینز پہ پھونک مار کر اسے آنکھوں کے سامنے کیا۔صاف شفاف پرفیکٹ۔

ناولز حب

www.Novelshub.pk

،،داد ان لوگوں کو ملتی ہے جنہوں نے شعر خود لکھا ہو۔ تم جیسی نیم شاعرہ کو برداشت کر رہی ہوں یہی بڑی بات ہے۔ وہ اٹھ کر اب الماری کی طرف جا رہی تھی۔ کونج نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔

یہ نیم شاعرہ ابھی ابھی ابا کے کمرے سے ایک عظیم خبر لے کر آئی ہے۔ میں تو وہاں رک کر مزید سن گن لینا چاہتی تھی۔ لیکن ہائے رے نصیب۔

کیا بکواس ہے کونج جلدی بولو۔ زینیا بے زار ہوئی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ خبر کا سن کر پیٹ میں مروڑ اٹھے تھے۔ الماری کے پٹ کھولتے ہوئے وہ مصروف تھی۔

،، قاصدوں کی عزت کیا کرو زینیا جالب ورنہ وو کیا کہا ہے کسی شاعر نے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر شعر پڑھنے کا سماں باندھا ہی تھا کہ زینیا کی گھورتی نظروں پہ دونوں ہاتھ سرینڈر کرنے کے انداز میں اٹھائے۔

،، گو کہ میرے اندر کی شاعرہ کو تمہاری یہ بد اخلاقی پسند نہیں آئی۔ لیکن پھر بھی بتائے دیتی ہوں۔

عبداللہ کا پیغام آیا تھا۔

www.Novelshub.pk

ایک لمحے کے لئے زینیا سانس نہیں لے سکی۔ دل اتنی زور سے دھڑ کا تھا کہ کانوں تک آواز آئی تھی۔ اسکے حرکت کرتے ہاتھ ساکت ہو گئے۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔

کیا ڈھونڈ رہی تھی کیا ملا تھا کچھ یاد نہیں رہا۔ سارا وجود کان بن گیا۔ رواں رواں سننے کو بے تاب ہوا۔

وہ کہتا ہے وہ نہیں آئے گا۔ زینیا کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔ کونج کہے گئی۔ وہ کہتا ہے کہ انتظار میں بیٹھی رہے پھر چاہے بال سفید ہو جائیں اور دانت جھڑ کر گریں۔ (سندھی اور بلوچ قوم میں میں جب کسی وجہ سے کوئی مرد اپنی منگ سے شادی نہ کرتا ہو۔ تو اسکا رشتہ کہیں اور نہیں کیا جاتا۔ اسکا منگیتر اسکے بارے میں اسی طرح کے الفاظ کہتا ہے۔)

اس نے کہا ہے کہ اگر تمھارے بارے میں کسی اور کا سوچا بھی تو وہ چھوڑے گا نہیں۔ چاہے تم اسکے نام پہ مر جاؤ لیکن بیٹھی رہو۔ زینیا کے پیر تھک رہے تھے۔ شدت سے دل چاہا تھا ایک پل کو بیٹھ جائے گر جائے۔

عبداللہ اسکی توانائی سلب کر رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

عبد اللہ نہیں آئے گا زینی۔ اب کے کونج کا لہجہ مختلف تھا۔ اسکے لہجے میں یاسیت تھی۔ زینیا چپ رہی خاموش۔ ایک آنسو بھی اسکی آنکھ سے نہیں گرا۔ سارے دل پہ جو گرے تھے۔

ابا نے اسکے بڑوں سے بات کی ہے۔ زینی ابا بہت منت کر رہے تھے۔ مجھے ابا کے لئے دکھ ہوا۔ وہ اپنی رو میں کہے جا رہی تھی جبکہ ابا کے نام پہ زینیا کو لگا تھا جیسے کسی نے اسکے جسم میں برچھی گھسیڑ دی ہو۔ بس کوئی اسکے ابا کو کچھ نہ کہے۔

عبد اللہ نے کیا کہا۔؟

اسکی آواز میں کوئی لرزش نہیں تھی۔ وہ اب بھی کمر سیدھی کیئے کھڑی تھی۔ گردن سیدھی تان رکھی تھی ۔بس ایک دل تھا جو ایک ایک ہزار بار ٹوٹ کر جڑا تھا۔

اس نے کیا کہنا ہے۔ بس یہی کہا جو ابھی بتایا۔ اور تو کوئی بات نہیں کی۔ ابا رو رہے تھے زینی۔ مجھے ابا کے لئے دکھ ہوا ہے۔ اسکی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی تھی۔

اور یہاں زینیا حاکم کو لگا تھا جیسے اسکا دل سینے میں ہی پھٹ گیا ہو۔ ابا روئے تھے۔؟ اسکے ابا روئے تھے۔؟

www.Novelshub.pk

،،تم اب خود کو تیار کر لو زینی۔ ابا تمہارا رشتہ بالاج سے کر دیں گے۔ عبداللہ اب نہیں آئے گا۔ اسکا انتظار بے کار ہے۔

زینیا چند لمحے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ جی میں تو آیا تھا کہ اپنی ہی بہن کا منہ نوچ لے۔ لیکن وہ بس چبا چبا کر چند لفظ ہی کہہ سکی تھی۔ اسکی آواز میں غراہٹ تھی۔ کاٹ تھی۔

،،عبداللہ آئے گا اور ضرور آئے گا۔

ناولز حب

اسلام آباد

میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا۔

www.Novelshub.pk

مہدی کی آواز پہ کمبیر محل کے ڈائننگ ہال میں خاموشی چھاگئی تھی۔ سربراہی کرسی پہ بیٹھا قیس اور اسکے دائیں طرف بیٹھے اسکے دونوں چچا خاموش ہو بیٹھے تھے۔ شاہانہ طرز کے ڈائننگ ہال میں دو ہی رنگ استعمال ہوئے تھے۔ سفید، سنہری، رنگوں کا یہ امتزاج ایک شاہی تاثر دیتا تھا۔ کرسیاں سفید تھیں۔ تو ان پہ ہوا کام سنہری برتن سفید تھے تو ان پہ بنے نقش نگار سنہری۔ چھت سے لٹکتا جھومر کورا سفید تھا۔ اور اس سے لٹکتے کرسٹل بالز سنہری۔ جن پہ سفید روشنی بھی پڑتی تو وہ اپنا رنگ نہیں بدلتے تھے۔ اور اس وقت انکا سنہری رنگ مہدی کے چہرے پہ پڑ رہا تھا۔

آخر گوادر ہی کیوں ؟ رکھا کیا ہے وہاں ایسے بھی کوئی سیاحتی مقام نہیں ہیں وہاں۔ بختیار کے لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔ انیسہ خاموشی سے اپنی پلیٹ میں چمچ چلا رہی تھی۔

بات سیاحتی مقامات کی نہیں ہے۔ بس شوق ہے میرا میں وہاں کا سمندر دیکھنا چاہتا ہوں۔

یا پھر تم انتقام لینے جا رہے ہو۔ ؟ قیس کی ٹھنڈی آواز پہ مہدی کا دل سن ہو گیا تھا۔ وہ کیوں تھا آخر اتنا ذہین ۔؟

www.Novelshub.pk

،،میں انتقام پہ یقین نہیں رکھتا معاف کر کے آگے بڑھ جاتا ہوں۔ اس نے بات سمیٹنی چاہی۔ البتہ چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا۔ پلیٹ میں چلتا کانٹا چمچ تیزی سے چلنے لگا۔

اس سے بڑا انتقام اور کیا ہو سکتا ہے۔؟ ساری زندگی اگلا انسان گلٹ میں رہے کہ اس نے ایک ایسے شخص کا دل دکھایا جو اسے کنفرنٹ بھی نہیں کرنا چاہتا۔ تم کتنے horrible ہو مہدی۔ قیس تاسف سے بولا تھا۔

مہدی نے سر جھٹکا۔

،،میں لوگوں سے لڑ جھگڑ کر وقت اور تعلق کی عزت برباد نہیں کرتا۔ کسی وقت میں ہم ساتھ تھے دوست تھے۔ اور اب کیا کروں اگلے انسان کو زلیل۔؟ وہ پلیٹ میں جلدی جلدی چمچ چلا رہا تھا۔ اسے یہاں سے جانا تھا۔ فوراً جانا تھا۔

وہ دونوں بول رہے تھے۔ اور گھر کے بڑے بس منہ سیئے انہیں دیکھ رہے تھے۔ کون کچھ کہے اور اگر کہے بھی تو کون کچھ سن لے۔؟

ذلیل کرو کیونکہ وہ اس لائق ہے۔ جو کچھ اس نے کبھی تمھارے ساتھ کیا۔ وہ غلط تھا۔ اور تم اسکے ساتھ ویسا ہی کرو۔ لیکن تم تم ایسا نہیں کرتے۔ قیس سفاکی سے کہہ رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

تم اگر سامنے والے کو کنفرںٹ کرو گے تو جانتے ہو حساب برابر ہو جائے گا۔ تم گلٹی ہو اور چاہتے ہو کہ لوگ بھی تمھارے سامنے گلٹی رہیں۔ قاتل۔

آخری لفظ میں حقارت تھی۔ مہدی کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ وہ ضبط کئے بیٹھا رہا۔ قیس نے نیکپن سے اپنے ہاتھ صاف کئے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

تمہاری وجہ سے آج ایک بار پھر میرا کھانا حرام ہوا۔ مبارک ہو۔ طنز استہزاہ حقارت۔ جب قیس مہدی سے بات کرتا تھا۔ یہ سب لفظوں میں خود ہی گھل جاتے تھے۔ وہ پلٹ گیا تو انیسہ نے بھی اپنا چمچ پلیٹ میں پٹخا۔ آنکھوں میں تنفر تھا۔ اس نے اپنے باپ کو ایک نظر دیکھا۔

،،یہ ہے آپ کا عظیم محل جہاں آنے سے میرے اندر تھکن اتر جاتی ہے۔ تھینکیو سو مچ ابا۔ میری ایک اور رات خراب کرنے کے لئے۔،، بے زار اکھڑ لہجہ۔

مقصود اپنی وہیل چیئر کا بٹن دباتے ہوئے چلے گئے تھے۔ اب پیچھے بس دو لوگ رہ گئے تھے بختیار اور مہدی۔

www.Novelshub.pk

،، کیوں مہدی؟ تم آخر کیوں ایسا کرتے ہو۔؟ تمہیں قیس پہ ترس نہیں آتا۔؟ اب کیا بچا ہے جو اس سے چھین لو گے۔؟،،

مہدی نے زخمی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ بچا تو اسکے پاس بھی کچھ نہیں۔ قیس کے پاس آپ ہیں میرے پاس تو آپ بھی نہیں۔ لیکن کہنا اتنا آسان کہاں ہوتا ہے۔

اگلی بار ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ اس نے بامشکل کہا۔ اسے عادت تھی ہر الزام اپنے سر لے لینے کی۔ اسی لمحے اسکا فون بجا تھا۔ غیر شناسا نمبر۔ خیر یہ اسکے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ کال اٹینڈ کرتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔

سفید سنہری ڈائننگ ہال اپنی ناقادری پہ ماتم کناں تھا۔

www.Novelshub.pk

بلوچستان گوادر

زینیا اپنے کمرے سے ننگے پیر باہر آئی تھی۔ اسکے چہرے پہ وحشت سی تھی۔ آنکھیں سرخ پڑ رہی تھیں۔ گردن کی نسیں تک باہر کو ابھر رہی تھیں۔ دل گویا سینے میں ہی زخم زخم ہوا تھا۔۔ برامدے میں ہی واقع ابا کے کے کمرے سے چند آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ وہ دبی دبی آواز میں غرا رہے تھے۔ زینیا بغیر دیکھے بھی جانتی تھی اسکی اماں خوف اور ادب سے منہ سیئے کھڑی ہوں گی۔ ابا کی بلند آواز زینیا کو باہر تک آ رہی تھی۔

تیئیس سال کی ہو گئی ہے زینیا۔ اب تک گھر پہ بٹھا رکھا ہے میں نے۔ صرف اس آسرے میں کہ ایک دن وہ آئے گا اور اپنی منگ سے شادی ضرور کرے گا۔ اب کیا کروں ہاں بتاؤ مجھے۔؟ کیا کوئی طریقہ بچا ہے۔؟ کیا ہے کوئی آسرا؟ انکا لہجہ بے حد سخت تھا۔

کیا پتہ وہ آ جائے۔ تھوڑا انتظار کر لیتے ہیں۔ اماں کی ہلکی آواز آئی تھی۔

جہنم میں گیا انتظار۔ وہ پوری قوت سے دھاڑے تھے۔ دروازے کے پر کھڑی زینیا بھی سہم گئی تھی۔ اب میری بیٹی کی شادی وہیں ہو گی جہاں میں چاہوں گا بالاج سے ہو گی اسکی شادی۔

www.Novelshub.pk

الفاظ زہر کی طرح زینیا کے سارے جسم میں اتر رہے تھے۔ وہ سبز پڑ رہی تھی۔ سانس قطرہ قطرہ باہر نکل رہی تھی۔ کون کہتا ہے سانسوں کی ڈور کا ٹوٹ جانا ہی موت ہوتی ہے۔؟ زینیا حاکم کا سفید پڑتا چہرہ نری موت تھا۔

عبداللہ اسے موضوع گفتگو بنا رہا تھا۔

اگلے مہینے آئے گی میری بہن اور نکاح پڑھوا کر جائے گی۔ اسکے اگلے دن ہم وہاں جائیں گے اور بشر کا نکاح ہو گا۔ اب بس میری اولاد ہیں وہ دونوں باپ میں ہوں۔ سارے فیصلے میرے ہوں گے۔ جا کر بتا دو اپنی اس بیٹی اور عاشقی کے غم میں ڈوبے بیٹے کو۔

بشر نہیں مانے گا۔ آپ ایک بار۔۔۔۔

نہیں مانے گا تو مناؤ۔ اٹھائیس سالہ بیٹے کو لڑکی کے جوگ میں بیٹھے رہنے نہیں دوں گا اب۔ انکا لہجہ اب بھی سخت تھا۔ حتمی تھا۔

www.Novelshub.pk

اور عبداللہ اسکا کیا۔؟برادری کا کیا۔؟زینیا منگ ہے کسی کی آپ ایسے کیسے اسکی شادی کریں گے۔؟صاف ظاہر تھا کہ اماں عبداللہ کے حق میں ہیں۔باہر کھڑی زینیا پل پل مر رہی تھی۔کاش عبداللہ یوں اسکو موضوع نہ بناتا۔کاش وہ واپس آجاتا۔

سب کو دیکھ لوں گا میں۔عبداللہ کو بتائے گا کون۔اور ویسے بھی عبداللہ نہیں آئے گا۔

عبداللہ آئے گا۔دروازے کے باہر کھڑی زینیا حاکم زیرلب بڑبڑائی تھی۔اب وہ الٹے قدم یہاں سے ہٹ رہی تھی۔اسکا رخ بیٹھک کی جانب تھا۔چند پل بعد وہ زمینی نشستوں سے سجی بیٹھک میں کھڑی تھی ننگے پیر برہنہ سر۔شہد رنگ بال پشت پہ بکھرے ہوئے۔

سفید چہرہ، عجیب تاثرات لئے۔

ساری بیٹھک اندھیرے میں ڈوبی تھی۔زینیا کے چہرے پہ کھڑکی سے آتی چاند کی روشنی پڑ رہی تھی۔یہ کمرے میں واحد روشنی تھی۔چھوٹی سی میز پہ ٹیلی فون رکھا تھا۔یہ پہلی بار تھا جب وہ اس ٹیلی فون کے قریب آئی تھی۔یہ ابا کی ملکیت تھی۔یہاں بس عبداللہ کی طرف سے پیغام آیا کرتا تھا۔یہاں ابا کے بھائیوں کے پیغام آیا کرتے تھے۔یہ کونہ گھر کا حصہ تھا۔لیکن آج تک خطہ غیر تھا۔آج تک وہ اونچے قد

www.Novelshub.pk

والی لڑکی یہاں آنے کی جرات نہیں کر سکی تھی اسکے قدم آج تک اس طرف نہیں اٹھے تھے۔ یا پھر شاید آج تک وہ خود کو اتنا گرا نہ سکی تھی۔

گہری گمبھیر خاموشی، چاند کی ذرا سی روشنی اور گہرا اندھیرا۔ ان سب کے درمیان اس نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر کریڈل پہ پڑا فون اٹھایا تھا۔ ریل گھمائی۔ دل دھڑکا تھا۔ ہاتھ لرزے تھے۔ امیدوں کا دیا نئے سرے سے پھڑ پھڑ آیا۔ گھنٹی جا رہی تھی۔ اس پہر اس لمحے زینیا حاکم کے لئے ساری دنیا سن ہو گئی تھی۔

کال مل گئی تھی۔ ایک بھاری مردانہ آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

زینیا نے بے اختیار اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا تھا۔

اس نے کئی سال اس آواز کو سننے کے لئے اپنی سماعتیں بے قرار رکھی تھیں۔

www.Novelshub.pk

وہ فون کان سے لگائے کھڑی تھی۔ دوسری طرف کوئی مرد تھا۔ جو اس سے بلوچی زبان میں سوال کر رہا تھا ۔ زینیا کی زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں ہو سکا۔ وہ کئی لمحے ساکن کھڑی رہی۔ الفاظ اس وقت کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آیا اس پہر اس لمحے کونسا معتبر لفظ کہے۔ یہ گفتگو ایک عرصے سے ٹالی گئی تھی۔ نہ جانے مزید کتنا عرصہ ٹالی جائے گی۔ یہ گفتگو روح کو چاشنی بخشے گی۔؟ یا حلق میں زہر انڈیلے گی۔؟ کافی دیر بعد بڑی دقت اور مشکل سے چند الفاظ اسکی زبان سے پھسلے تھے۔

عبداللہ..... یہ محض نام نہیں تھا۔ یہ ایک پکار تھی۔ جس میں صدیوں کی پیاس تھی۔

عبداللہ۔۔۔... اس نے آنکھیں بند کر کے ایک بار پھر پکارا۔ کئی لمحے کئی ساعتیں وہ بس اس لمحے کو محسوس کیئیے گئی۔ وہ اس احساس کو جذب کرنا چاہتی تھی کہ زینیا حاکم عبداللہ سے مخاطب ہے۔

کئی سالوں سے تمہارا انتظار کیا ہے۔ اسکی آواز میں لرزش تھی۔ دوسری جانب مرد نے کچھ کہنا چاہا۔

ششش کچھ مت بولنا آج بس سنو عبداللہ۔ وہ بھاری ہوتے گلے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ یہ گفتگو اسکی روح تھکا رہی تھی۔ اسکے قدم لرز رہے تھے۔

www.Novelshub.pk

جب سے ہوش سنبھالا تمہارا نام اپنے نام کے ساتھ سنا۔ اتنی عادت ہو گئی کہ اب چھوٹ نہیں رہی۔ اسکے لہجے میں روانی آ رہی تھی۔

چاند کی روشنی میں اسکی سنہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ فون ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی۔ دوسری جانب خاموشی تھی۔

،، میر اقد خاندان کی ساری لڑکیوں سے اونچا ہے۔ لیکن اماں کہتی ہیں جب عبداللہ میرے ساتھ ٹھہرے گا ۔ تو وہ زیادہ اونچا لگے گا۔ میں نے تمھارے ساتھ کھڑے ہونے کا انتظار کیا ہے عبداللہ۔ ،،

اسکی آواز میں نمی گھل رہی تھی۔ دل بھاری ہو رہا تھا۔ ہاتھ لرز رہے تھے۔ دوسری طرف موجود مرد خاموش رہا۔

،، میں بہت خوبصورت ہوں سب کہتے ہیں۔ لیکن سب کہتے ہیں عبداللہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ میں نے تمھارے ساتھ کھڑے ہو کر خود کو دیکھنے کا انتظار کیا ہے۔ میں نے انتظار کیا کہ تم خود اعتراف کرو گے کہ تمہاری عورت زیادہ خوبصورت ہے۔ ،،

www.Novelshub.pk

ایک بار پھر سامنے سے کچھ کہا جانے لگا جب زینیا نے درشتی سے اسے ٹوکا۔

چپ رہو کہاناں۔ اتنے سال میں نے سنا ہے اب تم سنو گے۔

میں تمھارے نام کے ساتھ used to ہو گئی ہوں۔ میرا نام آئے گا تو عبداللہ ساتھ ضرور آئے گا۔ یہ یقین رکھا ہے۔

تم میرا کمفرٹ بن گئے ہو۔ میں تمھارے بغیر کسی کا سوچوں کو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی غیر ضروری شے دائرے میں آگئی ہو۔ وہ رکی تھی۔ ایک پل کے لئے۔ آنکھیں بھر بھر رہی تھیں۔

میں نے تمھارے ساتھ وفاداری نبھائی ہے۔ اتنے سال۔ اب تمھیں چاہیے کہ تم میرا مان رکھو۔

چند پل کے لئے دونوں طرف خاموشی چھا گئی۔ چاند کی گرتی ہوئی روشنی گھروں کا سکوت ان دونوں کے بولنے کا منتظر رہا۔ اور پھر اسکے لبوں سے بے حد آزردگی سے چند الفاظ نکلے تھے۔

،، آجاؤ عبداللہ،،

اس نے گویا اپنی انا پہ پیر رکھ کر کہا تھا۔

www.Novelshub.pk

مجھے تمہارا انتظار ہے۔ اب کی بار دوسری طرف بھی خاموشی چھاگئی تھی۔ چاند کی روشنی میں نہائی کھڑی لڑکی اسکے بولنے کی منتظر رہی۔

تمہاری آواز بہت خوبصورت ہے۔ وہ بڑے مزے سے بولا تھا۔ زینیا خاموش رہی۔

،تم کون ہو۔؟ مرد نے سوال کیا تھا۔

جسے تم اپنے نام پہ بٹھا کر گئے ہو۔ اور جس نے تمھارے نام کے ساتھ وفاداری کی ہے۔ اسکا لہجہ اسکا اعتماد۔ وہ کسی بھی مرد کو اپنا بسمل کر سکتی تھی۔

چند پل دوبارہ خاموشی چھاگئی۔ شاید وہ مرد زینیا کے الفاظ جذب نہیں کر پا رہا تھا۔

،، میں نے سنا تھا خاندان کی لڑکیاں بہت حیا والی ہوتی ہیں بلا ضرورت مردوں سے بات نہیں کرتیں۔ اس نے چوٹ لگائی تھی۔،،

،، میں نے سنا تھا خاندان کے مرد بہت غیرت والے ہوتے ہیں۔ اپنے نام سے جڑی لڑکی کا نام کسی اور کے ساتھ نہیں سن سکتے۔ کہا سنا سچ کہاں ہوتا ہے عبد اللہ۔،،

www.Novelshub.pk

اس نے استہزاہ سے سر جھٹکا تھا۔

اسے یہ نام لینا بہت پسند تھا۔نہ جانے کیوں مانوسیت سی محسوس ہوتی تھی۔ دوسری جانب ایک بار پھر خاموشی شاید وہ ٹھہر ٹھہر کر بات کرتا تھا۔

کیا تم نے واقعی میرا انتظار کیا ہے۔؟ وہ نہ جانے کیا سننا چاہتا تھا۔

نہیں۔اس نے یک لفظی جواب دیا۔ میں نے کبھی تمہارا انتظار نہیں کیا۔ میں نے تمھارے آنے کا یقین رکھا ہے۔ تمھیں آنا چاہیے عبداللہ۔ آخر میں وہ جانے کیا جتا رہی تھی۔ چاند کی روشنی ٹھہر ٹھہر کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ خاموش ہوتی تو اندھیرے کو بے چینی ہونے لگتی۔

میں کیوں آؤں کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے۔؟

مجھے تم سے ضد ہے۔ وہ ترکی با ترکی بولی۔

اگر تم کہتیں تمھیں مجھ سے محبت ہے تو شاید مجھے زیادہ مزہ آتا۔ وہ جیسے مایوس ہوا تھا۔

www.Novelshub.pk

زینیا نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو اسکی آنکھوں سے نکلنا چاہتے تھے۔ فون کی دوسری طرف موجود انسان اسکے بس میں تھا کہ ان آنسوؤں کو خوشی کے آنسوؤں میں بدلے۔

آجاؤ عبداللہ۔ اس نے انا پہ پیر رکھ کر ایک بار پھر پکارا تھا۔

مرے انتظار میں بیٹھ کر بوڑھی ہو جاؤ تب بھی نہیں آؤں گا۔

اب کے وہ آنسوؤں پہ بند نہیں باندھ سکی۔ گرم گرم مائع اسکے گالوں پہ بہہ گیا۔ لوگ کہتا تھے وہ نہیں آئے گا۔ وہ جواب دے دیتی تھی۔ اب تو وہ خود جواب دے رہا تھا۔ لوگوں سے کیا کہے۔؟

بال سفید ہو جائیں دانت جھڑ کر گریں تب بھی نہیں آؤں گا۔

آہستگی بے حد آہستگی سے وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ کمر تھک کر ٹوٹ چکی تھی۔ ہمت ختم، حوصلہ زائل ،اعصاب کمزور۔ اب مزید وہ کھڑے نہیں ہو سکتی تھی۔ عبداللہ صرف عبداللہ اسے توڑ دیتا تھا۔

عبداللہ اسے رلا رہا تھا۔

تمھیں مجھ سے ضد ہے۔ تو اسی ضد میں جل کر مرو۔ عبداللہ تمھارے لئے کبھی نہیں آئے گا۔

www.Novelshub.pk

وہ رو رہی تھی۔ بری طرح رو رہی تھی۔ عبداللہ اسے اسی طرح رلاتا تھا۔ صرف وہی اسکی باتیں اسکا انتظار ہی رلاتا تھا۔

زینیا نے فون کو ہاتھ میں اونچا پکڑ کر ہوا میں بلند کیا۔ اور ایک ہاتھ منہ پہ رکھ کر ہچکیوں سے رونے لگی۔ گھٹی گھٹی سسکیاں فون کے اس پار اس مرد کو سنائی دے رہی تھیں۔ نہ جانے کیوں اسے تسکین نہ ملی۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح خاموش آنسو بہاتی رہی۔ کافی دیر تک وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر روتی رہی۔ کئی لمحوں بعد اس نے اپنی نم آنکھیں رگڑ کر صاف کی تھیں۔

چند پل بعد اس نے ٹیلی فون ایک بار پھر کان پہ رکھا۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ متورم، سوجی ہوئی۔

میں نے اپنی انا پہ پیر رکھ کر تمھیں بلایا تھا۔ اب کے اسکی آواز میں نہ دکھ تھا۔ نہ لرزش۔ بس آنکھیں سرخ تھیں روئی روئی سی۔

میں نے ساری زندگی تم سے وفاداری نبھائی۔ تمہارا نام سنا۔ اپنا سمجھا۔ وہ بول رہی تھی اور فون کے دوسرے پار کوئی بڑی ہی دلجمعی سے اسے سن رہا تھا۔

ناولز حب

www.Novelshub.pk

تمھیں نہیں دیکھا تو کسی کو نہیں دیکھا۔ تمہیں نہیں سنا تو کسی کو نہیں سنا۔ لیکن تم، تم نے مجھے عرش سے اٹھا کر فرش پہ پھینکا ہے۔ اب مجھے ضد کے ساتھ تم سے نفرت بھی ہے۔ خدا کی قسم عبداللہ میں تمھیں مر کر بھی معاف نہیں کروں گی۔

،، تم اتنی مضبوط نہیں ہو جتنی بنتی ہو۔ سفاک ظالم تبصرہ۔،،

میں ذرا بھی مضبوط نہیں ہوں۔ میں ڈھیٹ ہوں عبداللہ۔ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو ایک مرد کے آسرے پہ بیٹھے بیٹھے خود کو تباہ کر لیں گی۔ مجھ پہ سب سے زیادہ حق میرا ہے۔ میں اب کبھی تمہارا انتظار نہیں کروں گی۔ اب آؤ گے تب بھی میں تمھارے لئے نہیں ہوں گی۔ وہ اسے جتا چکی تھی۔

تمہاری آواز بہت خوبصورت ہے۔ تم. بسس مزید کچھ بھی سنے بغیر زینیا نے کال کاٹ دی تھی۔ دل یکدم خالی ہو گیا تھا۔ روح پہ گہرے زخم لگے تھے۔

عبداللہ نہیں آئے گا۔

www.Novelshub.pk

اس نے خود سے دہرایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم نقاہت زدہ۔ دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا تھا۔ لیکن وہ اب نارمل تھی۔ اسے نارمل رہنا تھا۔ اسے کمرے میں جاکر اپنی بہن کا سامنا جو کرنا تھا۔ اپنا زعم وہ توڑ نہیں سکتی تھی۔

عبد اللہ اب نہیں آئے گا۔ وہ خود سے دہراتی ہوئی باہر جارہی تھی۔ اجلی چاندنی خالی بیٹھک یا سیت سے اسے جاتے دیکھتی رہیں۔

کاش وہ اتنی ہی مضبوط ہوتی جتنی نظر آتی تھی۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اسکا ٹوٹا دل، نم آنکھیں اور لرزتا لہجہ بس ایک ہی سطر دہرا رہے تھے۔

،،عبد اللہ نہیں آئے گا۔،،

www.Novelshub.pk

اسلام آباد

یہ چند دن بعد کا ذکر ہے۔ مہدی کمبیر کا نیلی روشنی والا کمرہ بکھرا ہوا تھا۔ بیڈ کے اوپر دو بیگ کھلے پڑے تھے ۔ دونوں سرمئی تھے۔ دو ملازم اسکی کلازٹ سے کپڑے، جوتے، سامان لا لا کر رکھ رہے تھے۔ وہ بیڈ پہ بیٹھا تھا۔ ہر دوسری چیز کو سرخ جھنڈی دکھاتا ہوا۔ اسے کوئی چیز اپنے مطلب کی لگ ہی نہیں رہی تھی۔ اوور سائزڈ سیاہ گول گلے والی شرٹ کے نیچے بھورا سلیکس پہن رکھا تھا۔ بال بے ترتیب تھے۔ سبز آنکھیں اس وقت بے زار معلوم ہوتی تھیں۔ وہ ایک ہفتے سے گھر پہ تھا اور اب اسکی بس ہو چکی تھی۔ گھر اسے یونہی بے زار کیا کرتے تھے۔

دفتعاً دروازے پہ دستک ہوئی ہلکی باوقار دستک مہدی کے موبائل پہ ٹائپنگ کرتے ہاتھ ایک پل کو رک گئے تھے۔ اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ سامنے سے آ رہا تھا۔ سرمئی ڈنر سوٹ، سیاہ چمکدار بوٹ اچھے سے جمے ہوئے بال۔ اسکی گندمی رنگت کمرے کی مدھم روشنیوں میں ہلکی سانولی لگ رہی تھی۔ وہ قدم قدم چلتا ہوا آیا اور مہدی کو ایک بھرپور نظر دیکھا۔ دوسری نظر ہاتھ میں سامان پکڑے ملازمین کو دیکھا۔

www.Novelshub.pk

وہ اسکا اشارہ سمجھتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ کپڑے بیڈ پہ چھوڑ گئے۔ قیس نے دو قدم مزید لئے اور پھر بیڈ پہ آ بیٹھا۔ زمین کی طرف جھکا ہوا بیڈ اسے خاص پسند نہیں تھا۔

،،تو تم ایک بار پھر جا رہے ہو۔،،؟ حلانکہ میں نے تمھیں منع کیا ہے۔ وہ بولتے ساتھ اسکی شرٹ سلیقے سے تہہ کر کے بیگ میں رکھ چکا تھا۔ مہدی اب خوامخواہ موبائل کے بٹن دبا رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا وہ ڈسٹرب ہے۔ یا پھر نظر انداز کر رہا تھا۔

،،مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تم میرے منہ پہ تھپڑ مار کر جا رہے ہو۔؟،،

اسکی سیاہ آنکھیں کسی سیریل کلر کے جیسی لگتی تھیں۔ اسکے ہاتھ میں جینز کا بیلٹ تھا۔ وہ اسے اس انداز میں گھما رہا تھا۔ جیسے ابھی کے ابھی مہدی کی گردن میں ڈال دے گا۔

،،تم زیادہ سوچ رہے ہو نائٹ میئر۔ میں بس کچھ دن کے لئے ملک میں ہی ٹریول کرتے رہنا چاہتا ہوں۔ میں گھر پہ نہیں رہ سکتا۔ مہدی نے گردن جھکا کر جواب دیا تھا۔ قیس اسے دیکھتا رہا۔

www.Novelshub.pk

دنیا کو لگتا ہے تم ٹریول کے شوقین ہو لیکن کیا میں انہیں حقیقت بتاؤں ؟اسکی آواز سرگوشی جیسی تھی۔ مہدی کی رنگت واضح طور پہ سفید پڑی تھی۔

تم ایک گلٹی انسان ہو۔بتایا گیا۔

تم ایک ڈرے ہوئے، ٹراماز کے مارے ہوئے لو سیلف اسٹیم کے آدمی ہو۔ٹریول تمھیں excite نہیں کرتا۔ٹریول تمھیں escape دیتا ہے۔ تم بھاگ رہے ہو خود سے۔ کیونکہ تم ناسور ہو۔ کیونکہ تم زخم ہو۔

ایک ایک لفظ پہ مہدی کا دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔وہ گردن نہیں اٹھا سکا۔

بیلٹ قیس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن مہدی کو لگ رہا تھا۔وہ زور زور سے اسکے گلے پہ باندھا جا رہا ہے اسکا دم گھٹ رہا تھا۔

تمہاری سبز آنکھیں منحوسیت کی علامت ہیں۔ اسی لئے تم شیشہ تک نہیں دیکھتے۔ لیکن میں، میں تمہارا آئینہ ہوں۔ قیس کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ بس مہدی سن سکے لیکن اسکا دل بھی سن رہا تھا۔اور نئے نئے زخم خود پہ نقش کر رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

میں نے اس رات تمھیں تمہاری منگیتر سے بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب کی بار یہ وار کاری تھا۔ مہدی نے ایک جھٹکے سے گردن اٹھائی تھی۔ ششدرِ ہی تو رہ گیا تھا وہ۔ گردن کا پھندہ اتنی زور سے کسا گیا تھا کہ مہدی کو اپنی گردن ٹوٹتی محسوس ہوئی۔

میں نے سن لیا تھا۔ تم نے اسے جو کچھ کہا وہ جھوٹ تھا۔ تمہارا اصل کچھ اور ہے۔ تمھارے دل میں کچھ اور ہے۔ قیس ایک پل کے لئے بھی گویا خاموش نہیں ہونا چاہتا تھا۔

تم کتنے horrible ہو مہدی۔؟ تاسف سے کہا گیا۔ تم ساری دنیا کے سامنے کتنے نرم الفاظ استعمال کرتے ہو اور اس بیچاری لڑکی کو کیا کچھ نہیں کہا تم نے۔ صرف اس لئے کیونکہ تم اپنا بدلہ لینا چاہتے ہو۔

تم کتنے horrible ہو۔ اس نے ایک بار پھر دہرایا۔ مہدی یوں تھا جیسے نمک کا مجسمہ جو ابھی کے ابھی ڈھے جائے گا۔ جو ڈھے جانے کو تیار بیٹھا تھا۔

ہمارے خاندان میں آج تک کسی مرد نے اپنی عورت پہ گواپ نہیں کیا۔ یہ لعنت بھی تمھارے حصے میں آئی مبارک ہو۔ وہ اب اٹھا تھا۔

www.Novelshub.pk

،،تم بلوچستان جاؤ یا پھر جہنم میں۔ لیکن واپسی پہ تمھیں زندہ آنا ہو گا۔ تم اگر مرے تو میں تمھیں مار ڈالوں گا۔،،۔

ایک آخری تنبیہ کرتے اپنا کوٹ جھاڑتے وہ باہر نکل گیا تھا۔ اسکے عقب میں سبز آنکھوں والے لڑکے نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

دل کے گلٹس مزید گہرے ہو گئے۔ لیکن آج صرف گلٹ نہیں تھا۔ کہیں دور کسی کونے میں محبت بھی تھی ۔ہاں اسے محبت بھی تھی۔ وہ اسے ناں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ کاش سب کچھ ویسا ہوتا جیسا اسکا دل چاہتا تھا۔ لیکن دل جو چاہے وہ کہاں ہوتا ہے۔؟

اس نے خود کو پلنگ پہ پھینک سا دیا۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ دل دکھ رہا تھا۔ یہ گھر اس گھر میں وہ بسمل تھا۔ یہ گھر اسکا زخم تھا۔ اسے یہاں سے جانا تھا۔ فوراً جانا تھا۔

کوئی اسے یہاں سے آزاد کروائے۔

www.Novelshub.pk

ایک دن بعد

بلوچستان گوادر

آج صبح ہی سے حاکم نواب کے گھر میں افراتفری کا عالم تھا۔ کونج بھاگ بھاگ کر اپنے کالج کی تیاری کرتی نظر آرہی تھی۔ زینیا اپنا سامان سنبھالے تیار تھی۔ بس ابھی بشر آئے گا اور ابھی وہ دونوں شہر کے لئے نکل جائیں گے۔ حاکم اس وقت اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑے تیار ہو رہے تھے۔ سفید کاٹن کے بے شکن سوٹ میں ملبوس۔ بالوں کو اچھے سے جمائے وہ اپنے اوپر خوشبو چھڑک رہے تھے۔ زندگی کے اتار چڑھاؤ بھی انکی خود سے محبت کو کم نہیں کر پائے تھے۔ اسی لمحے ان کے کمرے کے دروازے پہ ہلکی دستک ہوئی۔ سیاہ رنگ کے گھیے میں ملبوس زینیا حاکم دروازے پہ کھڑی تھی۔ بال پھر سے جوڑے میں باندھ رکھے تھے۔ سختی سے۔ پیروں میں کولا پوری چپل۔ وہ گاؤں کی کسی الھڑ دوشیزہ جیسی لگتی تھی۔ لیکن اسکی آنکھوں کی سنجیدگی اسے بیک وقت سخت بھی بناتی تھی۔

ابا استری خراب ہوگئی ہے۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی استری بلند کی۔

www.Novelshub.pk

وہ اور ابا مشین بڈیز تھے۔ گھر کی جو مشین خراب ہوتی وہ دونوں مل کر جوڑ لیتے تھے۔ مشینیں زینیا کو مشینوں سے عشق تھا۔ جو مشین ملی کھول لی۔ جڑی تو جڑ گئی نہ جڑی تو پھر دنیا کا کوئی مستری اسے جوڑ نہیں سکتا تھا۔

تم لوگوں کو یہ وقت ملتا ہے استری کا۔؟ اب میں دکان جاؤں یا بیٹھ کر استریاں ٹھیک کروں۔؟ وہ بگڑ کر بولے تھے۔ زینیا خاموش کھڑی رہی۔

ابا نے ایک بےزار نگاہ اس پہ ڈالی اور پھر پلنگ پہ آکر بیٹھے۔

جاؤ سامان لے آؤ۔ تم لوگوں کو میرا سکون برداشت کہاں ہے۔ اب انکی استری ٹھیک کروں میں۔ ہاتھ سے گھڑی اتارتے وہ بڑبڑائے تھے۔

زینیا اپنے کمرے میں گئی اور کچھ ہی دیر میں سارے اوزار لے کر پلٹ آئی تھی۔ ابا کے سامنے سامان رکھ کر وہ جانے لگی تھی۔

اب تم کہاں چلی۔؟ کام کون کرے گا میرے ساتھ۔؟

www.Novelshub.pk

زینیا نے سادگی سے انہیں دیکھا۔ میں تو پھپھو کے گھر جا رہی تھی۔ بشر کے ساتھ۔ آپ کہتے ہیں تو نہیں جاتی۔ ابا کے اوپر گویا ٹھنڈی برف پڑ گئی تھی۔ دل میں جیسے ٹھنڈی پھوار پڑی ہو۔

اصل میں ابا پھپھو نے کہا تھا کہ آج دو پہر تک انکے گھر رہیں ہم۔ دادا لوگ اسی طرف آ رہے ہیں۔ آپ کہیں تو۔۔۔۔۔.....

ارے نہیں جاؤ جاؤ تم دونوں۔ وہ یکدم خوشی سے بولے تھے۔ تمھارے دادا وہاں ہیں ضرور جاؤ۔ یا اللہ شکر ہے میرے بچوں کو عقل آئی۔ ابا سے اچھے سے ملنا۔ اپنے سارے چچاؤں سے بھی اور.....

جی ابا۔ اس نے ادب سے کہا۔ اگر کونج ہوتی تو صاف کہتی۔

،،نہ آپ کے ابا کو پہچانتی ہوں نہ بھائیوں کو۔ اور نہ ان سے رشتے داری گانٹھنے کا شوق ہے۔،،

وہ کونج تھی۔ ابا کا دل دکھا کر اپنا دل بھی دکھا دیتی تھی۔ یہ زینیا تھی۔ اسکے دل پہ چاہے قیامت ٹوٹے بس ابا ٹھیک رہیں۔

www.Novelshub.pk

چند مزید ہدایات کے بعد وہ باہر نکل آئی تھی۔ دروازے پہ کھڑا بشر اسکا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ چھوٹی گاڑی میں آبیٹھا۔ زینیا نے اب لمبی چوڑی چادر پہن رکھی تھی۔ کندھے پہ بیگ تھا۔ جس میں اسکا سامان تھا۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ آبیٹھی۔ گاڑی تھوڑی دور گئی تھی جب بشر نے اسے مخاطب کر لیا۔

اگر ابا دکان چلے گئے اور انکو پتہ لگ گیا میں دکان پہ نہیں ہوں۔ تو جانتی ہو کیا ہو گا۔؟ عام لہجے میں سوال کیا گیا۔

اب جب تک استری ٹھیک نہیں ہوتی ابا اپنی جگہ سے ہلیں گے بھی نہیں۔ دو تین گھنٹے تو کہیں نہیں گئے۔ اسکے بعد ابا کا پسندیدہ کھانا مغز بن رہا ہے۔ چند گھنٹے ابا کو بھول جاؤ۔

اور اگر ابا نے مشین بنالی تو۔؟ پھر کیا ہو گا/؟

زینیا مسکرائی تھی۔ اسکی سنہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔

،، زینیا کی کھولی ہوئی مشین کو زینیا خود بھی نہیں جوڑ سکتی،،

www.Novelshub.pk

اسکی بات پہ بشر مسکرایا تھا۔ زینیا بھی مسکرا رہی تھی۔ وہ آج واقعی خوش تھی۔ بشر نے ہاتھ بڑھا کر میوزک سسٹم آن کر دیا۔ اب گاڑی میں جگجیت سنگھ۔ کے گانے بج رہے تھے۔

منزل قریب تھی سفر حسین تھا۔

سمندر

گوادر کا سمندر ایک انتہائی حسین نظارہ ہے۔ جس جگہ اس وقت مہدی کمبیر کا گروپ کھڑا تھا۔ یہ جگہ ڈھلوان سے اترنے کے بعد نظر آتی تھی۔ عقب میں پہاڑ اور سامنے سمندر کا ٹھاٹھیں مارتا پانی۔ زندگی سے اور کیا چاہیے کسی کو۔؟

کل ملا کر سات لوگ تھے۔ تین لڑکیاں چار لڑکے۔ مہدی ان سب کو لیڈ کر رہا تھا۔ ذرا سے فاصلے پہ انہوں نے آگ جلا رکھی تھی۔ جس کے اوپر چھوٹی سی چینک رکھی تھی۔ چائے ابل ابل رہی تھی۔ مہدی ہاتھ میں موبائل اونچا کیئے انسٹا گرام پہ لائیو تھا۔ اسکی فالونگ دیکھنا چاہتی تھی آج وہ کہاں، دنیا کے کس کونے میں ہے۔

www.Novelshub.pk

زینیا بشر کے ساتھ کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی۔ بشر ہر مشرقی بھائی کی طرح شارٹس میں کھڑے گروپ کے لڑکوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں کلس رہا تھا۔ کاش اس نے جذباتی ہو کر حامی نہ بھری ہوتی۔ وہ ڈھیر سارا پچھتایا تھا۔

اس وقت وہ گروپ کے مینیجر کو زینیا سے بات کرتا دیکھ رہا تھا۔ نامحسوس انداز میں وہ زینیا کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہو گیا۔ آنکھیں مینیجر کے اوپر گاڑ سی دیں۔ زینیا نے نوٹ کیا تھا۔ مگر خاموش رہی۔ چند ہدایات کے بعد مینیجر پلٹ گیا تھا۔ زینیا نے اب گردن موڑ کر بشر کو دیکھا۔

،، چہرہ دوسری طرف کر لو ادا۔ ورنہ آج شام تک اپنا سارا خون جلا بیٹھو گے ،،۔ بے حد مخلصانہ مشورہ تھا۔

آئندہ میں مر کر بھی جذباتی نہیں ہوں گا۔ اس نے دانت پیسے تھے۔ زینیا مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ بشر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ البتہ اسکی نظریں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ایک ایک لڑکے کا اسکین کر رہی تھیں۔ اسکی بہن یہاں تھی۔ وہ تو بہتے پانی پہ بھی شک کرے گا۔

www.Novelshub.pk

ہیئے کیا تم میری ایک تصویر لے سکتی ہو۔؟ شستہ انگریزی میں اسے مخاطب کرنے والی ایک خوب صورت لڑکی تھی۔ جو کیتلی میں چمچ چلا رہی تھی۔ سر پہ روایتی ماتھا پٹی اور روایتی لباس بھی۔

زینیا اسکے قریب چلی آئی کندھے سے بیگ اتارا اور کیمرہ نکال لیا۔ ساری چیزیں فکس کرنے کے بعد وہ نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔ لڑکی مسکراتے ہوئے چائے کو اوپر نیچے کر رہی تھی۔ اور اسی لمحے مہارت سے زینیا نے اس لمحے کو اپنے کیمرے کی آنکھ میں قید کیا تھا۔

چند ایک مزید تصاویر کے بعد وہ آگے جانے لگی جب سبز آنکھوں والے لڑکے نے اسے پکارا تھا۔

ہیلو زینیا حاکم۔ ہشاش بشاش خوبصورت لہجہ۔ زینیا تھم گئی۔

کیا میری کوئی تصویر نہیں لیں گی۔؟ یقین کریں میں کیمرے میں بہت ہینڈسم لگتا ہوں۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پہاڑ اپنی جگہ کھڑے محویت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ابلتی چائے کی خوشبو نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔ اور اسی پل زینیا پلٹی تھی۔ مہدی ہنوز مسکرا رہا تھا۔

www.Novelshub.pk

پچھلی بات کے لئے معذرت۔اب ہم کئی دنوں تک ساتھ کام کریں گے۔اسلئے ایک مرتبہ پھر۔

ہیلو زینیا حاکم۔اس نے ایک ہاتھ کمر پہ باندھ کر ایک بازو سامنے پھیلا لیا۔زینیا نے ہلکے سے سر کو خم دیا۔اور بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔اسی لمحے مہدی کا موبائل بجنے لگا تھا۔اس نے کال اٹھانے سے پہلے ایک نظر اسے دوبارہ دیکھا تھا۔

،،تعارف قرض رہا،،

وہ موبائل کان سے لگاتے ہوئے پلٹ گیا تھا۔زینیا نے سر جھٹکا اور آگے بڑھ گئی۔جاتے جاتے اسے ایک لقب ضرور دیا تھا۔

Weirdo

جاری ہے

www.Novelshub.pk